بسم الله الرحمن الرحیم

اس
حساس وقت میں
اگر آپ سوشلزم و کمیونزم
میں پائی جانے والی شدید اقتصادی
مشکلات کی گرھوں کو مغربی
سرمایہ داری کی پناہ میں لے کر
کھولنا چاھیں تو نہ صرف یہ کہ
اپنے معاشرے کے کسی درد کا مداوا
نہیں کر پائیں گے۔ بلکہ
دوسروں کو
آکر آپ
کے اشتباھات
دور کرنا پڑیں گے۔

(امام خمینیؒ کے گورباچوف کے نام خط سے اقتباس)

# دعوتِ توحید

رہبرِ انقلابِ اسلامی اور بانی اسلامی جمہوریۂ ایران

## حضرت امام خمینیؒ

کا

خط رہبر اتحاد جماہیر شوروی

میخائیل گورباچوف کے نام

موسسۂ تنظیم و نشر آثارِ امام خمینیؒ : امور بین الملل

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ


نامِ کتاب: دعوتِ توحید

حضرت امام خمینیؒ کا خط گورباچوف کے نام

ناشر: موسسۂ تنظیم ونشر آثارِ امام خمینیؒ

امورِ بین الملل

طباعت: ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ

تعداد: ۳۰۰۰

قیمت:

# فہرست


ص

۱۔۔۔ مقدمہ ۹

۲۔۔۔ حضرت امام خمینیؒ کا خط، گورباچوف کے نام ۱۳

۳۔۔۔ تصویریں اور طرحیں ۲۳

۴۔۔۔ توضیحات (خط میں مندرج الفاظ و مفاہیم کی تشریح) ۲۵

۵۔۔۔ فہرستِ توضیحات ۶۷

بسمہ تعالےٰ

# مقدّمہ

حضرت امام خمینیؒ کی زندگی کے دوران پیش آنے والے حوادث وواقعات کی کی بررسی اور جانچ پڑتال اوران کے سلسلے میں کیٔے گئے تجزیے اور تحلیلیں، ایک ناقابلِ انکار حقیقت کی نشاندہی کرتی ہیں، اور وہ حقیقت ہے کہ امام خمینیؒ کی خدامنش اور پیغمبرانہ شخصیت، وہ شخصیت ہے جس کا مقایسہ تاریخ معاصر کے کسی بھی مشہور، سیاسی، انقلابی، علمی اور مذہبی چہرے سے نہیں کیا جاسکتا۔ انکی شخصیت کی صحیح پہچان اور معرفت اسی وقت ممکن ہوسکتی ہے۔ جب انقلابِ اسلامی اوراس کے آثار جہانی کا گہرا تجزیہ ممکن ہوسکے۔ وہ انقلاب جس کی ابتداء ترقی اور رہبری جیسے تمام مراحل میں، امام خمینیؒ کے خدائی نقش اور پیغمبرانہ ہدایات کو روزِ روشن

کی طرح دیکھا جا سکتا ہے۔

اس عالی مرتبت شخصیت کے پیغمبرانہ اقدامات میں سے ایک اقدام اپنی مبارک زندگی کے اواخر میں روس کے رہبر جناب گورباچوف کے نام ایک خط ہے۔ یہ خط اُس زمانہ میں لکھا گیا جب عراق کی طرف سے ایران پر مُسلط کی گئی آٹھ سالہ جنگ نئی نئی ختم ہوئی تھی۔ اور استکبار جہانی اور دنیائے کُفر سے وابستہ سیاسی مبصرین اور اخباری ذرائع یہ پروپیگنڈا کر رہے تھے کہ ایران کا اقوامِ متحدہ کی قرارداد نمبر ۵۹۸ کو قبول کرنا، ایرانی حکام کے اعتقادات میں تنزلزل اور انقلابی نعروں کا زور کم پڑ جانے کی بناء پر ہے۔ اور دشمنانِ اسلام اپنے دِلوں پہ اُمیدیں پروان چڑھا رہے تھے کہ انقلابِ اسلامی اب ایران کی سرحدوں کے اندر ہی مقید ہو کے رہ جائے گا اور سرحدوں کے باہر اس کے اثرات کا دفتر سمیٹ دیا جائے گا۔ لیکن اسی اثنا میں رہبرِ انقلابِ اسلامی کے روس کے رہبر کے نام مخفی پیغام نے، جسے ایک ایسی کمیٹی کے ذریعہ ارسال کیا گیا تھا جس کی سرپرستی ایک مشہور و معروف عالمِ دین کر رہے تھے، تمام قوموں خاص کر سیاسی لیڈروں، اور دُنیا بھر کے مُفکروں اور مبصروں کی نظروں کو اپنی جانب موڑ لیا۔

مذکورہ کمیٹی نے جو وزیرِ خارجہ کے سیاسی معاون اور اسلامی پارلیمنٹ (مجلسِ شورائے اسلامی) کی رکن ایک خاتون پر مشتمل تھی۔ جس کی سرپرستی امام خمینیؒ کے شاگرد، آیۃ اللہ جوادی آملی کر رہے تھے۔ ۷ رجنوری ۱۹۸۹ء مطابق ۲۴ر جمادی الاول ۱۴۰۹ھ روس کی دارالحکومت ماسکو پر قدم رکھا اور دوسرے ہی دن گیارہ بجے، دو گھنٹے پانچ منٹ تک قصرِ کرملین میں روس کے صدر سے ملاقات کی۔

کمیٹی کی ترکیب اور یہ کہ یہ مذکورہ کمیٹی کونسا پیغام لئے ہوئے ہے جُنے

ایک بار پھر دُنیا بھر کے عمومی افکار کے دھارے کو انقلابِ اسلامی اور اس کے عظیم رہبر کی جانب موڑ دیا۔ سربراہانِ روس، عموماً اور صدارتی کمیٹی کے صدر "خصوصاً" امام خمینیؒ کے پیغام کے متن کے بارے میں، اس احتمال کو چھوڑ کر کہ اُس عظیم موحدّ نے ان کو وحدانیت اور خالص اسلامِ محمدیؐ قبول کرنے کی دعوت دی ہوگی، ہر سو قیاس کے گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ جبکہ امام خمینیؒ نے انبیاء کے مانند، بڑی طاقت کو پیغام کے لئے منتخب کیا تھا اور یقین تھا کہ آپ کا یہ پیغام اس مرکز کے گرد و نواح تک پہونچے گا۔ اگرچہ انھوں نے امام خمینیؒ کے پیغام کے ساتھ سیاسی رویّہ روا رکھا، لیکن اخباری ذرائع کے، متن پیغام کی تشہیر اور اس کے بارے میں تجزیہ و تحلیل نے وہی اثرات چھوڑے جو امام خمینیؒ چاہتے تھے۔ اس پیغام کو اگرچہ روس کے افکار عمومی سے مخفی رکھا گیا، اور اس ملک کی مسلمان نشین جمہوریوں (ریاستوں) میں اس کی نشر و اشاعت پر پابندی عائد کر دی گئی۔ پھر بھی یہ خط، مسلمان روسی جوانوں کے درمیان مافوق التصور حد تک مقبول ہوا، اور اس نے ان ریاستوں کے باشندوں کے اسلام کی طرف مائل ہونے میں اہم کردار ادا کیا، روس کے مسلمان جوانوں نے خفیہ طور پر اس خط کے لاکھوں نسخے تیار کر کے پورے مُلک میں نشر کر دیئے۔

آج جبکہ اس خدائی پیغام کو صادر ہوئے، کئی سال گذر چکے ہیں کمیونزم کی قطعی شکست اور شرقی سُپر پاور اور اس سے وابستہ حکومتوں کے اندرونی رد و بدل کے بارے میں امام خمینیؒ کی پیش گوئیاں حقیقت ثابت ہوئی ہیں۔ جو راستہ اُس عظیم ہستی نے گورباچوف کو دکھایا تھا۔ وہ مارکس کے طرز تفکر کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے مشکلات کے حَل اور اس کے ساتھ ساتھ، روسی ملّتوں کی سیاسی طاقت اور عزّتِ نفس کی حفاظت کا واحد ذریعہ تھا۔ امام خمینیؒ نے

سربراہانِ روس کو مغرب کے سبز باغ کی طرف جذب ہو جانے اور "شیطانِ بزرگ" کے جال میں پھنس جانے کے خطرے سے آگاہ کیا تھا۔ اور یہ وہی چیز تھی جسکو آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

حضرت امام خمینیؒ کا تاریخی "خط" اپنی نوعیت کے اعتبار سے برآمدِ انقلاب تھا۔ لیکن اس کا مطلب دوسرے ملکوں کے عوام کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں تھا۔ بلکہ اس کا مطلب، معارفِ الٰہیہ کے پیاسے انسانوں کے ذہنوں کو جواب دیکر انہیں سیراب کرنا تھا۔ یہ وہ انسان تھے جو ستّر سال تک خلافِ فطرت تعلیمات اور تربیّتوں کے زیر اثر رہ چکے تھے۔

اس دن کی آرزو میں، کہ جب مغربی دنیا کے پروپیگنڈے کا طلسم ٹوٹے اور اس سرزمین کے عوام بھی امام خمینیؒ کے "خدائی پیغام" کو سُننے کی فرصت حاصل کر سکیں۔

موسسۂ تنظیم ونشر آثارِ امام خمینیؒ

امورِ بین الملل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب محترم گورباچوف! صدرِ مجلس اعلیٰ، سوشلسٹ سوویت یونین!
آپ کی اور روسی قوم و ملت کی خوش بختی و نیک بختی کی اُمید کرتے ہوئے!
جب سے آپ نے اپنا عہدہ سنبھالا ہے یہ احساس ہو رہا ہے کہ آپ نے دُنیا کے سیاسی واقعات کے تجزیے خصوصاً دورِ جدید میں روس، جن مسائل سے دوچار ہے، ان کی طرف نئے سرے سے انقلاب آمیز نظر ڈالی ہے اور دنیاوی حادثات و واقعات کے سلسلہ میں آپ کے بے باکانہ فیصلوں سے ہو سکتا ہے کہ موجودہ دُنیا پر حاکم توازن میں خلل پڑنے اور ایک بڑی تبدیلی رونما ہونے کا سبب بنیں۔
اس لئے میں نے چند باتوں کی طرف آپ کی توجہ کو مبذول کرانا بہتر سمجھا!
بہت ممکن ہے آپ کا دائرہ فکر اور آپ کے نئے عزائم محض پارٹی کے

مسائل اور اس کے ذیل میں روسی عوام کے بعض مشکلات کا حل ڈھونڈ نکالنے تک محدود رہوں پھر بھی، جس نظریہ نے سالہا سال دُنیا کے فرزندانِ انقلاب کو اپنے آہنی حصاروں میں مقید کر رکھا تھا، اس نظریہ پر اتنے دلیرانہ انداز سے آپ نے جو تجدیدِ نظر فرمائی ہے، یہ بھی قابلِ تعریف ہے۔ اور اگر اس سے کچھ اور بلند ہو کر آپ غور و فکر کریں، تو سب سے پہلا مسئلہ جو آپ کے لئے یقیناً کامیابی کا باعث ہوگا، وہ یہ ہے کہ آپ کے بزرگوں کا جو نظریہ خدا سے دوری اور دین دشمنی پر مبنی تھا اور جس نے ملّتِ روس کو زبردست نقصان پہنچایا ہے، آپ اس نظریہ کے بارے میں تجدیدِ نظر کریں۔ اور پھر سے سوچیں۔ آپ یقین کیجئے کہ دُنیاوی مسائل کے واقعی حل کا اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ ممکن ہی نہیں ہے۔

البتّہ یہ ممکن ہے کہ اقتصادی میدان میں غلط طریقۂ عمل اور اقتدار پر قابض گزشتہ کمیونسٹ لیڈروں کی غلط کارگزاریاں مغربی ممالک کے سبز باغ دکھائیں، لیکن حقیقت کچھ اور ہی ہے۔

اگر آپ اس سلسلہ میں سوشلزم اور کمیونزم کے اقتصادیات کی الجھی گتھیوں کو مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے سائے میں کھولنا چاہیں گے تو نہ صرف یہ کہ آپ اپنے معاشرہ کے درد کا علاج نہیں کر سکیں گے بلکہ آئندہ آنے والوں کو آپ کے اشتباہات کا جبران کرنا پڑے گا، کیونکہ اگر آج مارکسزم اپنی اقتصادی واجتماعی روش میں حائل دیوار کو عبور کرنے سے عاجز ہے تو مغربی دُنیا بھی ان ہی مسائل میں البتّہ ایک دوسرے انداز سے دیگر مسائل کے تحت حادثات سے دوچار ہے۔

جناب محترّم گورباچوف!

حقیقتوں سے منہ نہیں موڑنا چاہیئے آپ کے مُلک کی اصل مُشکل مالکیت،

اقتصاد اور آزادی کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ آپ کی تمام پریشانیوں کی اصل جڑ خدا پر اعتقاد نہ ہونا ہے، وہی مشکل جس نے مغرب کو بھی تباہی و بربادی کی انتہا تک پہنچا دیا ہے اور پہنچا کے رہیگی۔ آپکی اصل مشکل مبداء وجود و ہستی، خداوندِ عالم کے مقابلہ میں ایک عرصہ سے جاری فضول ٹکراؤ ہے۔

جناب محترم گورباچوف!

یہ بات سب ہی پر روشن ہو چکی ہے کہ اب اس کے بعد کمیونزم کو دُنیا کی سیاسی تاریخ کے عجائب گھروں ہی میں ڈھونڈھنا پڑے گا۔ کیونکہ مارکسی نظریہ انسان کی واقعی ضروریات کو پورا کرنے سے قطعی قاصر ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک مادّی نظریہ ہے۔ اور آج مشرق و مغرب کا معاشرہ جس بنیادی بیماری میں مبتلاء ہے وہ "بشریت کا معنویت پر عدم اعتقاد" ہے اور اس بحران سے بشریت کو مادیات کے ذریعہ نجات نہیں دلائی جا سکتی۔

محترم گورباچوف!

ممکن ہے آپ نے مقام اثبات میں مارکسزم کے بعض پہلوؤں سے روگردانی نہ کی ہو، اور آج کے بعد بھی انٹرویو وغیرہ میں اس پر اپنے مکمل عقیدہ اور اعتماد کا اظہار فرمائیں۔ مگر یہ بات آپ خود بھی جانتے ہیں کہ مقامِ ثبوت میں ایسا نہیں ہے۔

کمیونزم پر سب سے پہلی کاری ضرب ۳، چینی قیادت نے لگائی اور دوسری اور بظاہر آخری کاری ضرب آپ نے مل کر کمیونزم پر لگائی ہے۔ اب اس وقت دُنیا میں کمیونزم نام کی کوئی چیز باقی نہیں ہے۔ لیکن میں آپ سے پوری سنجیدگی کے ساتھ اتنا ضرور چاہتا ہوں کہ مارکسزم کی خیالی دیواروں کو توڑنے میں آپ، مغرب اور شیطان بزرگ ۴ (امریکہ) کے زندان میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ

دُنیائے کمیونزم کی ستر سالہ کجی کے آخری بوسیدہ نقاب کو بھی اپنے مُلک اور تاریخ کے چہرے سے نوچ کر پھینک دیں گے اور اس طرح واقعی ایک قابلِ افتخار کارنامہ انجام دیں گے۔

اب آپ کی طرفدار وہ حکومتیں بھی جن کے دِل اپنے وطن واہلِ وطن کے لئے دھڑک رہے ہیں، کسی قیمت پر اپنے ملکوں کے زمینی و زیرِ زمینی ذخیروں کو کمیونزم کی کامیابی کے لئے جس کی ہڈیوں کے ٹوٹنے کی آوازیں خود ان کے فرزندوں کے کانوں تک پہنچ چکی ہیں، خرچ کرنے پر تیار نہ ہوں گی۔

محترم گورباچوف!

جس وقت آپ کی بعض جمہوریتوں میں واقع مسجدوں کے گلدستۂ اذان سے اللہ اکبر اور پیغمبرِ ختمی مرتبتؐ کی رسالت کی گواہی کی صدا ستر سال کے بعد سُنی گئی۔ "خالص اسلامِ محمدیؐ" کے سب طرفداروں کی آنکھوں سے وفورِ شوق میں آنسو نکل آئے۔

لہٰذا میں نے ضروری سمجھا کہ یہ موضوع آپ کے گوش گزار کردوں کہ ایک بار پھر سے مادّی والٰہی دونوں تصورِ کائنات کا جائزہ لیجئے۔ مادّہ پرستوں نے اپنے تصورِ کائنات میں شناخت کا معیار "حس" کو قرار دیا ہے اور جو چیز دائرہ حس میں نہ آئے اس کو علم کے دائرہ حکومت سے باہر جانتے ہیں۔ اور ہستی کو مادّہ کا مثل مانتے ہوئے اگر کوئی چیز مادّہ سے مبرّا ہے تو اس کا وجود تسلیم نہیں کرتے۔ اسی لئے یہ لوگ دُنیائے غیب۔ مثلاً وجودِ خدا، وحی و نبوت اور قیامت۔ کو سرے سے افسانہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ الٰہی تصورِ کائنات میں معیارِ شناخت حس و عقل دونوں ہیں۔ لہٰذا عقلی چیزیں بھی علم (سائنس) کے دائرہ حکومت میں داخل ہیں، چاہے انھیں حس اور تجربہ میں نہ لایا جاسکے۔ اس لئے ہستی اِغیب و شہود دونوں

کو شامل ہے اور غیر مادّی چیز بھی موجود ہو سکتی ہے۔ اور جس طرح مادّی وجود مجرد[6]، سے وابستہ ہے، شناختِ حسّی بھی شناختِ عقلی پر متکی رہے۔ قرآن نے مادّی اندازِ فکر کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے، اور جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ خدا نہیں ہے کیونکہ اگر خدا ہوتا تو دکھائی دیتا۔

"لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً [8]"

ارشاد ہوتا ہے:

"لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ [9]"

قرآنِ مجید اور اس کے ان استدلالوں سے، جو اس نے وحی، نبوّت اور قیامت کے سلسلہ میں فرمائے ہیں، ہم قطع نظر کرتے ہیں، کیونکہ آپ کے نظریہ کے مطابق تو پہلے یہی محلِ بحث ہے۔

اصولی طور پر آپ کو فلاسفہ کے پُر پیچ مسائل، خصوصاً اسلامی فلسفہ کے مباحث میں اُلجھانا نہیں چاہتا۔ صرف دو ایک بہت ہی سادہ، فطری اور وجدانی مثالیں سند کے طور پر پیش کرتا ہوں جن سے سیاست دان حضرات بھی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

یہ مسلّمات میں سے ہے کہ مادّہ و جسم چاہے جو بھی ہو وہ اپنے آپ سے بے خبر ہے۔ انسان کے ایک سنگی یا مادّی مجسمہ کا ہر حصّہ اپنے دوسرے حصّہ سے مخفی و پوشیدہ ہے۔ حالانکہ ہم واضح طور پر دیکھتے ہیں کہ انسان و حیوان اپنے ہر طرف سے آگاہ و باخبر ہے۔ انسان جانتا ہے وہ کہاں ہے؟ اس کے

آس پاس کیا ہو رہا ہے؟ دُنیا کے حالات کیا ہیں؟ اس لئے ماننا پڑے گا کہ انسان و حیوان میں ایک دوسری چیز بھی ہے جو مادہ سے مافوق ہے اور وہ عالم مادہ سے جُدا ہے جو مادہ کے مَرنے سے نہیں مَرتی، باقی رہتی ہے۔

فطرتاً انسان اپنے اندر ہر کمال کو مطلق طور پہ پائے جانے کا خواہشمند ہوتا ہے اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انسان دنیا کی قدرت مطلقہ کا طالب ہوتا ہے۔ اور کسی بھی ناقص قدرت سے اس کا دِل نہیں بھرتا۔ اگر ایک پوری دُنیا اس کے قبضہ میں ہو اور اس سے کہا جائے کہ ایک دُنیا اور بھی ہے تو وہ فطرتاً اس بات کی طرف مائل ہو گا کہ وہ دُنیا بھی کسی طرح اس کے قبضہ میں آجاتی۔ انسان چاہے جتنا بڑا دانشور ہو، اگر اس سے کہا جائے دوسرے علوم بھی ہیں تو وہ فطرتاً ان علوم کو حاصل کرنے کی طرف مائل ہو گا۔ لہٰذا ایک قدرت مطلقہ اور علم مطلق کی ضرورت ہے جس سے انسان لو لگائے۔

اور وہ صرف خدا کی ہی ذات ہے جس سے ہم سب کی اُمیدیں وابستہ ہیں چاہے ہم خود نہ جانتے ہوں۔ انسان کی خواہش ہے کہ "حق مطلق" تک پہونچ جائے تاکہ فانی فی اللہ ہو جائے۔ اصولی طور سے ہر انسان کی سرشت میں ابدی زندگی کی خواہش موجود ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ موت سے آزاد ہو جائے اور زندگیٔ جاوید کا مالک بن جائے۔ اگر جنابِ عالی کو اس سلسلہ میں تحقیق کی خواہش ہو تو ان علوم کے جاننے والے حضرات کو مغربی فلسفہ کے علاوہ مشائی[12] فلسفہ میں فارابی[10] اور ابو علی سینا[11] رحمتہ اللہ علیہما کی وہ کتابیں پڑھنے کا حکم دیں جو اس موضوع پر لکھی گئی ہیں تاکہ ان پر واضح ہو سکے کہ علّیت و معلولیت کا قانون "جس پر ہر طرح کی شناخت کا مدار ہے" اس کا تعلق معقول سے ہے محسوس سے نہیں ہے۔ اسی طرح معانی کلیہ کا ادراک نیز تمام قوانین کلیہ، جن پر ہر قسم کے

استدلال کی بنیاد قائم ہوتی ہے، بھی سب کے سب معقول ہیں محسوس ۱۳ نہیں ہیں. اور پھر اشراقی فلسفہ ۱۵، میں بھی یہ لوگ سہروردی ۱۴، رحمۃ اللہ علیہ کی ——— کتابوں کا مطالعہ کرکے آپ کو بتائیں کہ جسم نیز تمام مادی موجودات بھی اس نور محض کے محتاج ہیں جو حس سے منزہ ہے اور انسان کے لئے خود اپنی ذات ۱۶ اور اپنی حقیقت کا ادراکِ شہودی بھی حسی وجود سے مبرا ہے۔

آپ اپنے بزرگ دانشمندوں کو حکم دیں کہ وہ صدرالمتالہین ۱۸، رضوان اللہ علیہ، خداوندِ عالم ان کو نبیّین و صالحین کے ساتھ محشور کرے، کی حکمتِ متعالیہ ۱۷، کا مطالعہ کریں تو ان کو معلوم ہو کہ حقیقت علم وہی وجود محض ہے جو مادہ سے مجرد ہے اور ہر طرح کی فکر مادہ سے مبرا ہے اور احکام مادہ اس پر جاری نہیں ہو سکتے۔

اب اس سے زیادہ میں آپ کو تھکانا نہیں چاہتا اور عارفین کی کتابوں خصوصاً محی الدین ابنِ عربی ۱۹، کی کتابوں کا نام نہیں لوں گا۔ ہاں اگر اس بزرگ شخصیت کے مباحث سے آپ واقف ہونا چاہتے ہوں تو چند ایسے ذہین و باخبر افراد کو، جو اس قسم کے علم میں مہارت تامّہ رکھتے ہوں، قم ۲۰، روانہ فرمائیے تاکہ چند سال خدا پر بھروسہ کرکے بال سے بھی زیادہ باریک و لطیف عرفانی منازل ۲۱، سے آگاہی حاصل کریں۔ کیوں کہ علم و آگہی کا یہ سفر طے کئے بغیر وہاں تک رسائی ناممکن ہے۔

جناب محترم گورباچوف!

ان مسائل و مقدمات کے ذکر کے بعد اب میں آپ سے یہ چاہتا ہوں کہ آپ پوری سنجیدگی کے ساتھ اسلام کے بارے میں تحقیق و تفحص کریں۔ اور یہ خواہش اس لئے

نہیں ہے کہ اسلام اور مسلمین آپ کے محتاج ہیں، بلکہ اسلام کے آفاقی وعظیم اقدار کی بناء پر ہے جو تمام قوموں کی نجات کا سبب اور باعثِ راحت وآرام بن سکتے ہیں اور یہی بشریت کے بنیادی مشکلات کی گرہیں کھول سکتا ہے۔

اسلام کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کرنے سے ہو سکتا ہے کہ آپکو مسئلہ افغانستان ۲۲ اور اسی قسم کے دُنیا کے دیگر مسائل سے ہمیشہ کے لئے نجات دلادے۔ ہم دُنیا بھر کے تمام مسلمانوں کو اپنے مُلک کے مسلمانوں کی طرح سمجھتے ہیں اور ہمیشہ اپنے آپ کو ان کے حال میں شریک سمجھتے ہیں۔

آپ نے سوویت روس کی بعض جمہوریوں میں نسبتاً جو مذہبی آزادی دی ہے۔ اس سے لگتا ہے کہ اب آپ یہ خیال ترک کر چکے ہیں کہ مذہب معاشرہ کے لیے افیون ۲۳، ہے۔

سچ بتلائیے جس مذہب نے ایران کو بڑی طاقتوں کے مقابلہ میں ایک پہاڑ کے مانند استوار کر رکھا ہے، کیا وہ معاشرہ کے لئے نشہ آور ہو سکتا ہے؟ آیا جو مذہب پوری دنیا میں عدالت وانصاف کے اجرا کا مطالبہ کرتا ہے اور انسان کو ہر قسم کی معنوی ومادّی قیود سے آزاد دیکھنے کا خواہاں ہے معاشرے کے لئے افیون ہے؟

البتہ جو مذہب اسلامی وغیر اسلامی ممالک کے مادّی ومعنوی تمام سرمایہ کو بڑی طاقتوں اور حکومتوں کے حوالہ کر دینے کا سبب بنے اور بر سر عام چیخ چیخ کر کہتا ہے کہ سیاست دین سے جُدا ہے، یقیناً ملک وقوم کیلئے مخدر ونشہ آور ہے! لیکن وہ اس صورت میں واقعی مذہب نہیں کہا جا سکتا، بلکہ اس مذہب کو ہمارے یہاں کے لوگ " امریکی مذہب" کہتے ہیں۔

آخر میں پھر صاف لفظوں میں اعلان کرتا ہوں کہ جمہوری اسلامی ایران

اسلام کا عظیم ترین و طاقتور ترین مرکز ہونے کی حیثیت سے بڑے اطمینان کے ساتھ آپ کے اعتقادی نظام کے خلا کو پُر کر سکتا ہے۔ بہر حال ہمارا ملک ماضی کی طرح حسن ہمسائیگی اور برابری کے روابط کا قائل ہے اور اس کا احترام کرتا ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ ۲۴؎

(جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو)

روح اللہ الموسوی الخمینی

۲۲، جمادی الاول ۱۴۰۹ھ (یکم جنوری ۱۹۸۹ء)

# تصویریں اور طرحیں

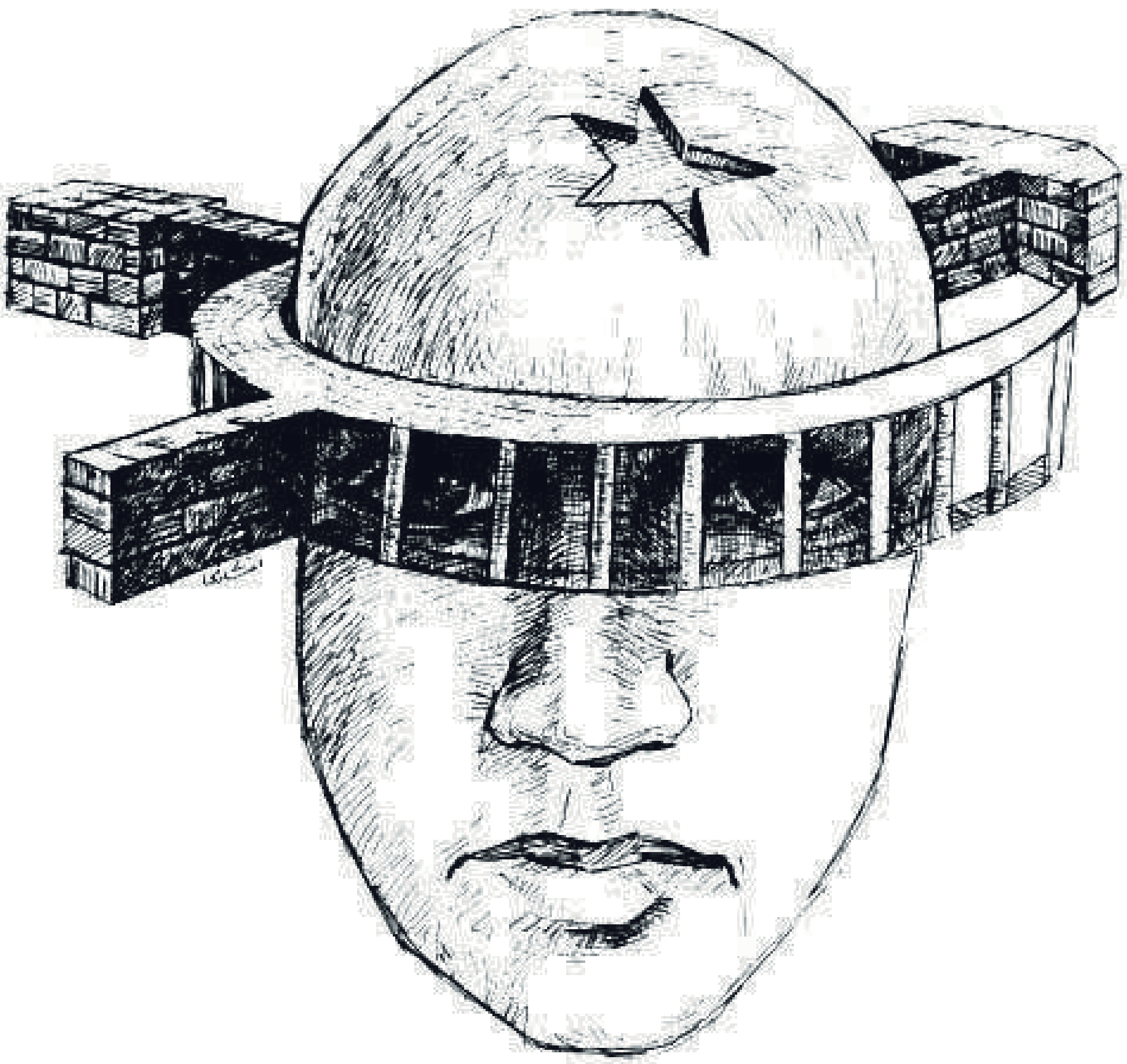

سالہا سال دُنیا کے فرزندانِ انقلاب کو اپنے آہنی حصاروں میں مقید کر رکھا تھا۔

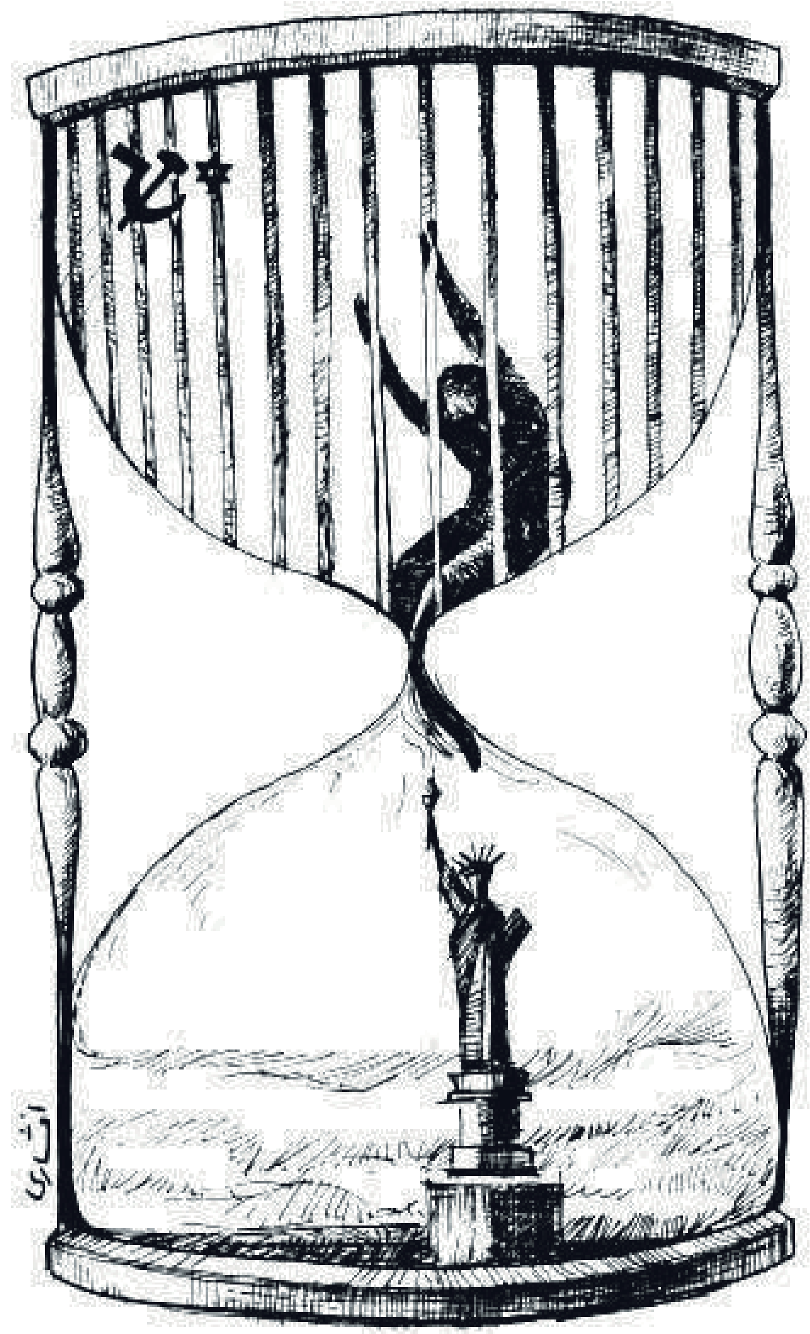

اگر آپ اس سلسلہ میں سوشلزم اور کمیونزم کے اقتصادیات کی اُلجھی گتھیوں کو مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے سائے میں کھولنا چاہیں گے تو نہ صرف یہ کہ آپ اپنے معاشرہ کے درد کا علاج نہیں کر سکیں گے بلکہ آئندہ آنے والوں کو آپ کے اشتباہات کا جبران کرنا پڑے گا۔

کیونکہ اگر آج مارکسزم اپنی اقتصادی و اجتماعی روش میں حائل دیوار کو عبور کرنے سے عاجز ہے تو مغربی دنیا بھی انہی مسائل میں البتہ ایک دوسرے انداز سے دیگر مسائل کے تحت حادثات سے دوچار ہے۔

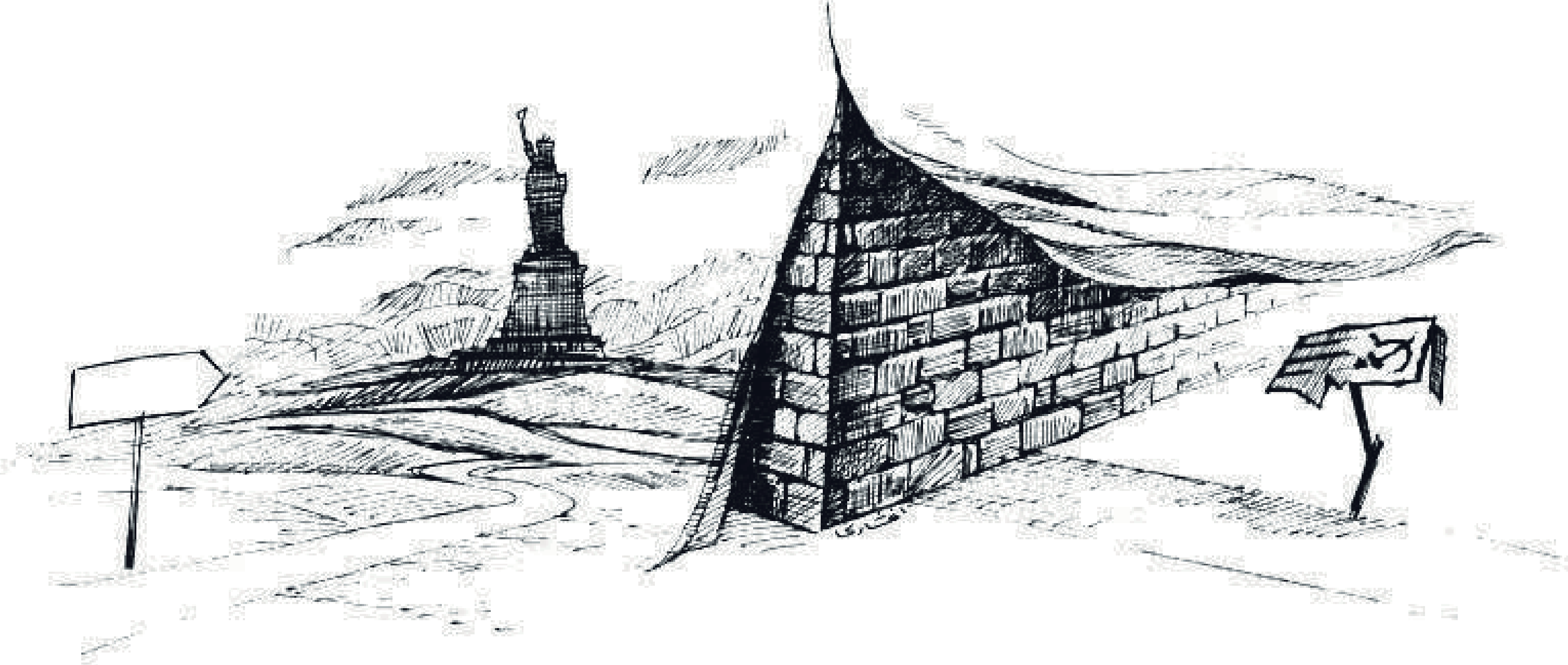

انسان کے ایک سنگی یا مادّی مجسمہ کا ہر ہر حصّہ اپنے دوسرے حصّہ سے مخفی و پوشیدہ ہے۔
حالانکہ ہم واضح طور پر دیکھتے ہیں کہ انسان و حیوان اپنے ہر طرف سے آگاہ و باخبر ہے۔

کمیونزم پر سب سے پہلی کاری ضرب چینی قیادت نے لگائی اور دوسری اور بظاہر آخری کاری ضرب آپ نے مل کر کمیونزم پر لگائی ہے۔

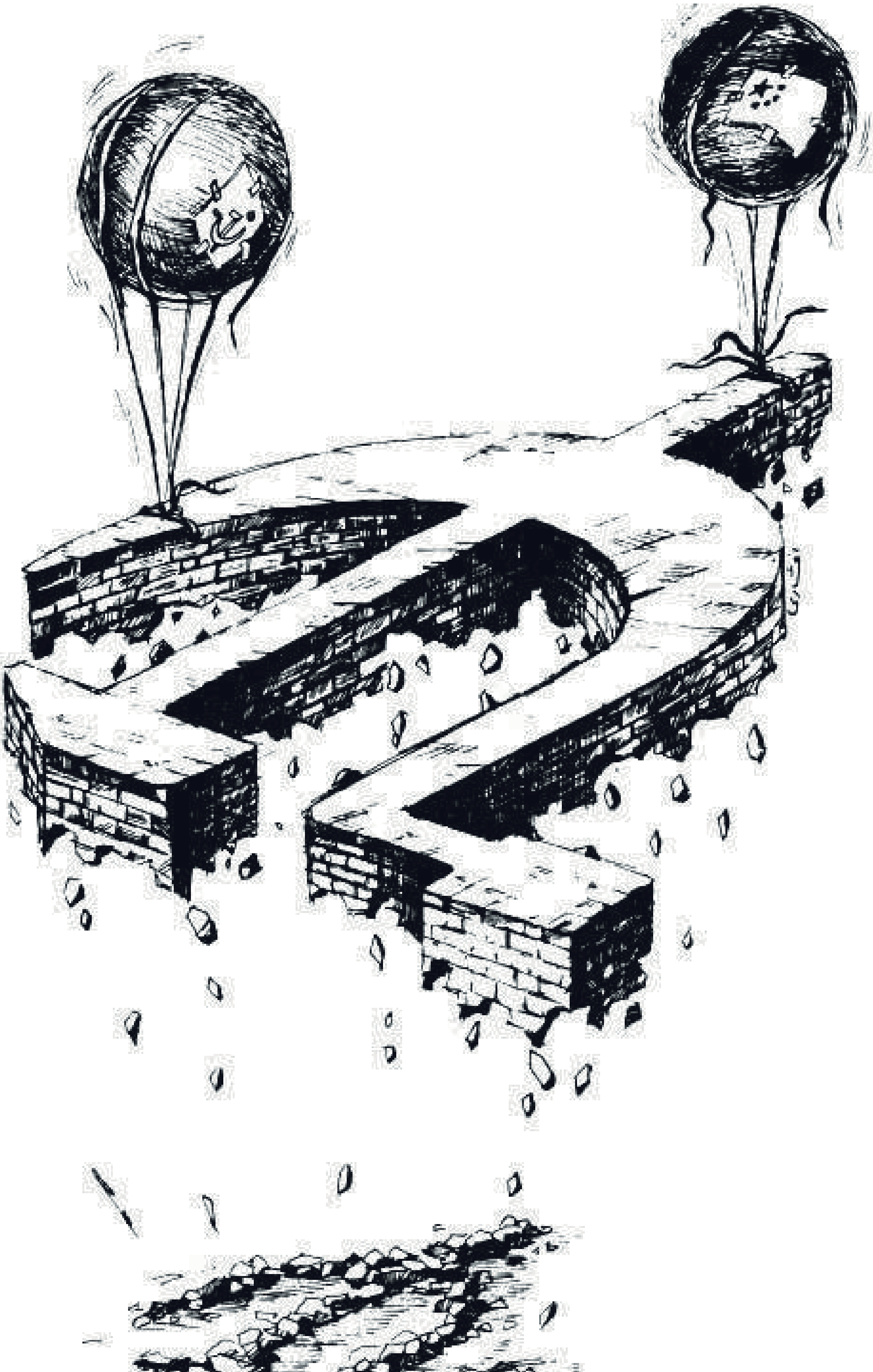

یہ بات سب ہی پر روشن ہو چکی ہے کہ اب اس کے بعد کمیونزم کو دنیا کی سیاسی تاریخ کے عجائب گھروں ہی میں ڈھونڈھنا پڑے گا۔

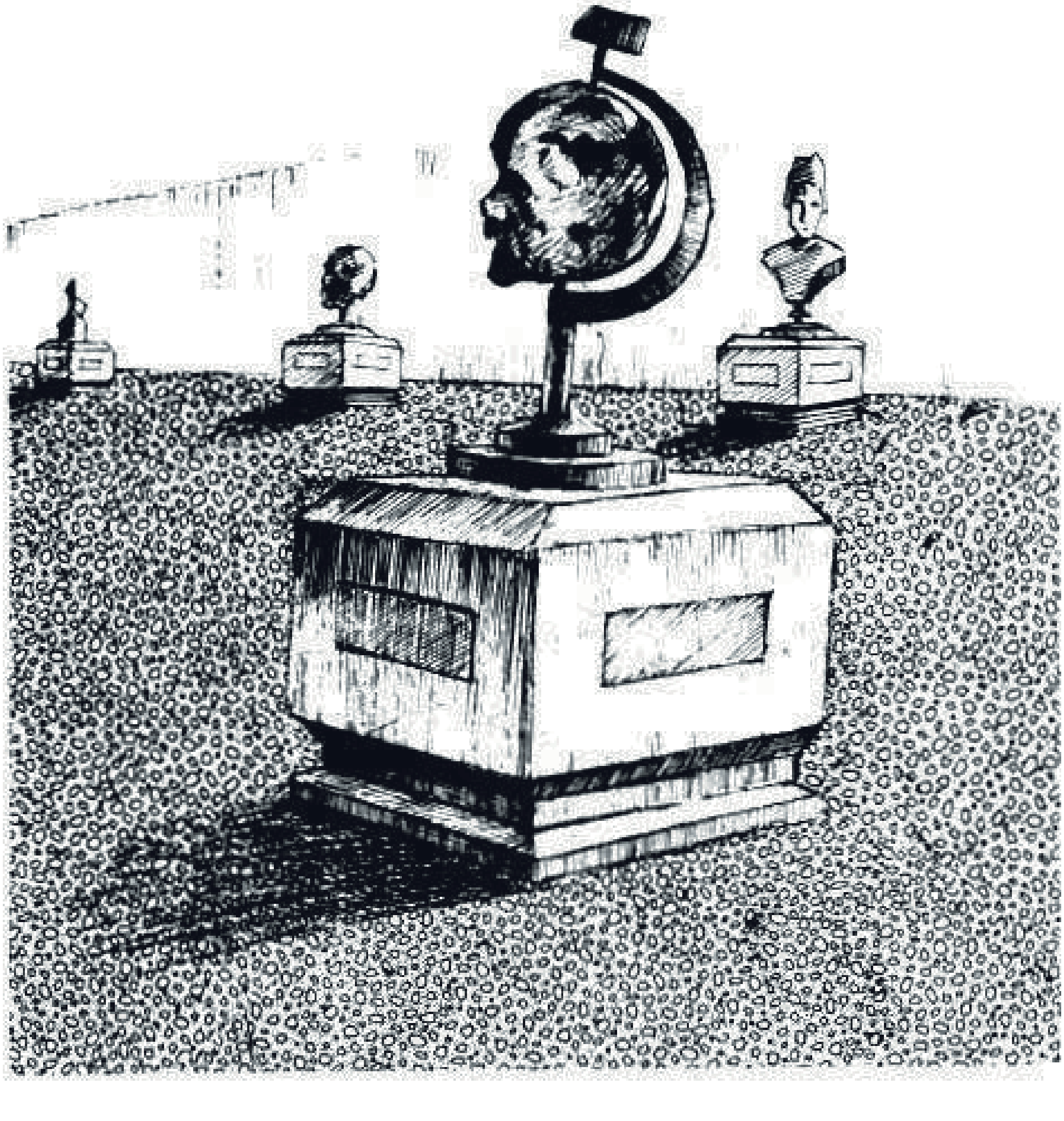

کمیونزم کا اقتدار ختم ہوتے ہی برلن کی دیوار ڈھے گئی ۔

ایک شخص ماسکو کے "سُرخ میدان" میں امریکی روزنامہ "نیویارک ٹائمز" کا پہلا شمارہ پڑھ رہا ہے۔ تصویر میں لینن کا میوزم مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ مذکورہ "روزنامہ" جو سابق روس کی طرف حکومتی عمارتوں اور تجارتی مراکز میں ملتا تھا۔ تقریباً ایک لاکھ کی تعداد میں ۲ ربل فی شمارہ کی قیمت سے تقسیم کیا جا رہا ہے۔

کمیونسٹ وفاداروں کا آخری محاذ "پارلیمنٹ" وسیع پیمانے پر یلتسین حکومت کے خونیں
حملے کے تحت حملہ آور فوج کے تسلط میں آگئی۔

روسی صدر (دائیں جانب) وہائٹ ہاؤس میں استقبالیہ تقریب کے دوران امریکی صدر جارج بش
سے گرمجوشی کے ساتھ ہاتھ ملارہے ہیں۔ دونوں سربراہان مملکت نے تمام میدانوں میں اپنے
روابط کی سطح بڑھانے پر اتفاق کیا۔

# توضیحات

# ۱— میخائیل گورباچوف کے حالاتِ زندگی

میخائیل گورباچوف ۱۹۳۱ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۲ء میں کمیونسٹ پارٹی کی رکنیت اختیار کی، اور ۱۹۷۱ء میں چالیس سال کی عمر میں پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے رکن بنے۔ ۱۹۷۹ء میں رکن مشاورت، اور ۱۹۸۰ء میں سیاسی کمیٹی یعنی "پولٹ بیورو" کے اصل رکن منتخب ہوئے۔ اور اسی زمانہ میں "پولٹ بیورو" کے ۴۹ انچاس سالہ، جوان ترین رکن کی حیثیت سے دُنیا بھر میں مشہور ہو گئے۔

روس کی کمیونسٹ پارٹی میں، گورباچوف کی ترقی برژنیف کی موت سے شروع ہوئی۔ برژنیف۔ کے۔ جی۔ بی کے سربراہ اور ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۴ء تک روس کے سابق سربراہ یوری آندروپوف کا خاص آدمی تھا۔ اس نے کلیدی عہدے حاصل کئے اور پارٹی کی دوسری شخصیت بن گیا۔ آندروپوف کی بے وقت موت نے اس کے نئے منصوبے کو عملی جامہ نہیں پہننے دیا۔ لیکن اس نے اپنے سیاسی

وصیت نامے میں اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کے لئے گورباچوف کو نامزد کر دیا۔ برژنیف کے پرانے دوستوں کا دباؤ گورباچوف کے جنرل سکریٹری بننے کی راہ میں رکاوٹ بن گیا۔ اور بہتّر سالہ چرنینکو "پولٹ بیورو" میں پرانی نسل کے آخری نمائندے کے طور پر روس کا سربراہ منتخب ہوگیا۔ مارچ ۱۹۸۵ء میں چرنینکو کی موت سے گورباچوف کی ترقی کی راہ میں آخری رکاوٹ بھی دور ہوگئی اور وہ کمیونسٹ پارٹی کے جنرل سکریٹری اور آخر کار ستمبر ۱۹۸۸ء میں آندرے گرومیکو "شورائے عالی کے صدر" اور روس کے صدر کو برطرف کرنے کے ساتھ روس کے صدر بھی بن گئے۔

گورباچوف اس نئے منصوبے کو میدانِ عمل میں لائے جس کے منادی آندرہ پوف تھے اور انھوں نے پرانی نسل کے ذہن گراؤں اور جزم اندیشوں کو برطرف کر کے روس کی بنیاد ہلا کر رکھ دی۔

انھوں نے عہد برژنیف پر شدید تنقید کی اور اسٹالن ازم کے بخیئے اُدھیڑ کر رکھ دیئے۔ گورباچوف کا عہد کہ جس کے دو اہم نعرے پروسٹریکا، اور گلاسنوسٹ، یعنی رد و بدل کرنا اور سیاسی آزاد فضا ایجاد کرنا تھے۔ مارکسزم کی تاریخ میں ایک نئے مرحلے کے آغاز اور بیسوی صدی کے اختتام پر مغربی تمدن میں اہم ترین انقلاب کا عہد ہے۔

اس دور میں جو تیزی سے افکار تبدیل ہوئے اور اس کے نتیجے میں جو سیاسی اور اجتماعی نشیب و فراز سامنے آئے تو ۲۵ مارچ ۱۹۹۱ء کے دن گورباچوف نے ایک ہنگامہ خیز پیغام کے ذریعے، مارکس ازم اور مشرقی بلاک کے پاش پاش ہو جانے کا اعلان کرتے ہوئے اس کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی اور گذشتہ تمام اشتباہات کی وجہ، ایک جملہ میں دنیا کے سامنے

بیان کی "کہ ہم ماضی میں ایک چیز سے غافل تھے اور وہ ہے عوام کا مذہب کی جانب فطری اور روحانی میلان!"

## ۲ — گورباچوف کے اسلاف کی خدا و دین سے کٹ کر رہنے کی سیاست

کمیونسٹ پارٹیوں کی تاسیس اور ان کے وجود میں آنے کے آغاز سے ہی دینی افکار و اعتقادات کے ساتھ پیکار، اور آثار مذہبی نابود کرنے کی کوشش کرنا، ان گروہوں کے سربراہوں کے منصوبوں میں سرفہرست تھے۔ اس قسم کے خدا دشمن مبارزات اور کوششیں جو مذہبی اجتماعات پر حاکم شرائط و اوضاع کے مناسب ہوں۔ مختلف طریقوں اور صورتوں سے ہوتے تھے۔ اور ان میں کبھی شدت اور کبھی ضعف کے باوجود ان مبارزات کا سلسلہ کسی زمانہ میں ختم نہیں ہوا۔

کمیونسٹ پارٹی کی آٹھویں کانفرنس میں جو مارچ ۱۹۱۹ئ میں منعقد ہوئی یہ طے پایا کہ ' مذہب کے خلاف بڑے پیمانے پر تربیتی منصوبے بنائے جائیں۔ اسی پارٹی کی تیرہویں کانفرنس میں ۱۹۲۴ئ میں منظور ہونے والی قرارداد میں ہے۔ " ضروری ہے کہ دفتروں کی سطح پر مذہب کے خلاف اٹھائے گئے پارٹی کے تمام مبارزانہ اقدامات : جیسے گرجا گھروں کو بند کرنا، اور مسجدوں اور دوسرے مذہبی شعائر پر پابندی لگانا وغیرہ ختم کئے جائیں۔ اور مذہب کے خلاف پروپیگنڈا امیرِیالسٹی — انداز یعنی طبیعت اور اجتماعی زندگی " کے عنوان سے ہو۔ اسی بنیاد پر کمیونسٹ پارٹی کے جوان نسل کے لئے نشر ہونے والے مجلّہ کے پانچویں شمارے میں جون ۱۹۴۲ئ میں لکھا گیا: "موجودہ حالات میں مذہب کے خلاف برسرپیکار ہونے کے موثق

ترین ذریعوں میں سے ایک ذریعہ یہ ہے کہ میٹریالسٹی سائنسی فلسفۂ ہستی کی پے درپے اور بُردباری کے ساتھ تبلیغ کی جائے"۔ اور اسی مجلّہ کے ۱۸، اکتوبر ۱۹۴۸ء کے شمارے میں اس بات کا اظہار کیا گیا" پارٹی دینی امور کو نظر انداز نہیں کرسکتی یہی وجہ ہے کہ مذہبی رجحانات کے برعکس دین کے خلاف تبلیغات کا کام کررہی ہے اس لئے کہ پارٹی، علم و سائنس کی طرفدار ہے جبکہ مذہبی عقائد اس کیخلاف ہیں۔

حقیقت میں روس میں اکتوبر ۱۹۱۷ء کے انقلاب کی کامیابی کے ساتھ دین سے کٹ جانا' ایک "ایڈیالوجی" بن گیا مارکسزم کی ایڈیولوجی میں دین ملتوں کے لئے افیم ہے جسے طبقۂ حاکم نے عوام کو بیوقوف بنانے کے لئے ایجاد کیا ہے۔ مارکس کے مشہور جملے سے جس میں اس نے کہا تھا کہ" علم اگر ایک قدم آگے بڑھتا ہے تو خُدا ایک قدم پیچھے ہٹتا ہے۔ روسی امپراطوری میں مسلمانوں کے آبائی اور سنتی معاشرے کے خلاف بَرسرِ پیکار ہونے کے اسباب آشکار اور حتمی ظاہر ہوتے ہیں۔ روس کے سربراہ لینن نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا۔

" مارکسزم کی نظر میں جدید مذاہب اور مذہبی تشکیلات، رجعت پسند سرمایہ داروں کے ہتھکنڈے ہیں جن کا مقصد مزدور طبقہ کو بیوقوف بنانا اور ان کا خون چوسنا ہے"۔

مارکسیوں کے اس طرزِ تفکر سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مسئلے کو دورانِ سوشلزم کے قبل کے یعنی سرمایہ داری نظام کے باقیات میں سے سمجھتے تھے، جس کا مقابلہ کرنے کے لئے انھوں نے مخصوص روشیں اختیار کی تھیں۔ مثلاً

۱ــــــ بیرونی اسلامی عنصر کی نابودی، اس کو زندگی کے میدان سے ختم اور خارج کرنے کے ذریعے۔

۲ـــــــ اسلام کا روسی سماج میں ادغام، اس کو روس سازی کے سانچہ میں ڈھال کر۔

دوسری عالمگیر جنگ کے وقوع پذیر ہو جانے سے، اسٹالن کو اسلامی معاشرے کے تہس نہس کرنے کی سنہری فرصت ہاتھ آگئی۔ کتاب "مسلمانان در شوروی" کا مصنف لکھتا ہے، جو روس کا ایک مشہور محقق ہے۔

"روس کی حکومت نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ جنگ ختم ہونے سے پہلے کچھ قوموں کو ہٹ لسٹ میں رکھ کر، ہر منطق اور تمام دلائل و شواہد موجود کے برخلاف، ان پر خیانت کا الزام عائد کرے۔ جس کا مقصد مسلمان نشین خطوں کے تمام اداروں کو منحل کرنے کے بعد انھیں مشرقی ایشیاء اور سائبریا کی طرف جلاوطن کرتے ہوئے اجتماعی طور پر سزا دینا تھا۔ چنانچہ وہ ملزم قومیں جن کو یہ سزا دی گئی درجِ ذیل تھیں۔ جرمن کے ولگا، قلموق بودھ، اور پانچ مسلمان قومیں، تاتاری، قراچاپ، بالکاری (جو شمال قفقاز کے ترک مسلمان تھے) اور اور چیچنی اور اینگوشی۔

اندرونِ روس میں مسلمان ملتوں کو سبوتاژ کرنے کے ساتھ ہی روسیوں نے پوری دُنیا میں اسلامی تہذیب و ثقافت کے خلاف سخت قسم کا قدم اُٹھایا کہ جس میں سے من جملہ دین کے خلاف وسیع پیمانے پر کتابوں کی نشر و اشاعت اور اسلامی علاقوں اور ممالک میں کمیونسٹ پارٹیاں بنانا، قرار پائے۔

مسلمانوں کو ختم کرنے کی روسیوں کی آخری کوشش افغانستان پر ان کا قبضہ تھا۔ کہ اگر مارکسزم باقی رہتا تو ایشیاء اور مشرقِ وسطیٰ میں مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کے لئے مقدمہ کا کام دے سکتا تھا۔

# ۳— رہبر چین کی کمیونزم پر پہلی کاری ضرب

یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ چین میں ۱۹۴۹ء سے مارکسزم لیننزم اور ماؤازم کے افکار حکمران ہیں۔ لیکن ۱۹۵۳ء میں اسٹالین کی موت کے بعد چین اور روس کے سوشلزم کیمپ میں جو شگاف پڑا۔ اس سے ان کے نظریات کے درمیان خلیج بھی آشکار ہوگئی۔ چین کے رہبر" ماؤ "نے روس کے سربراہ "خروشچوف "کے خلاف نظریاتی جنگ چھیڑ دی۔ جس کے نتیجہ میں اسیر روس کے بارے میں تجدیدِ نظر کا مطالبہ کرنے کا الزام عائد کیا گیا۔ روسیوں نے بھی ماؤ کو ایٹم کا دیوانہ، شوئیسٹی منافع حاصل کرنے کی خاطر تجدیدِ نظر کا حامی اعلان کر دیا۔ دوسری طرف" ماؤ "نے مارکسی افکار میں ایشیائی سنتوں کی آمیزش کر دی جس کا واقعی مطلب نیشنلزم کے ساتھ ایڈیالوجی کا انطباق تھا۔ جیسا کہ ۱۹۶۶ء میں چین کے صدر لیو شاؤچی نے ایک امریکی خبر نگار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا۔

" ماؤتسہ دونگ نے مارکسزم کی ایک چینی ایشیائی شکل تیار کر لی ہے "۔

اس کا سب سے بڑا ہنر یہ ہے کہ اس نے مارکسزم کو یورپی شکل سے ایشیائی شکل میں بدل دیا تھا۔ اور وہ پہلا شخص تھا جس نے اس کام میں کامیابی حاصل کی تھی۔

ماؤ نے مارکسزم پر اس عنوان سے مقرر رہنے کے ساتھ کہ یہ PROLETRIAT "یعنی مزدور اور زحمت کش طبقے کے لئے دنیا میں سب سے زیادہ کامل نظریہ ہے، یہ ثابت کر دیا تھا کہ اپنے مقاصد کی تکمیل میں وہ لچک پذیر

نہیں ہے۔ اس بینش کی وجہ سے امریکی امپریلزم اور روسی سوشلسٹ امپریلزم کے مقابلہ میں چین بین الاقوامی سطح پر منزوی ہونے لگا۔ جس کے نتیجہ میں اس نے بین الاقوامی سطح پر خود کو پیش کرنے کی کوششیں تیز کرنا شروع کر دیں۔ جس کا اہم ترین حصہ ملک کے اندر توسیع و ترقی کی رفتار کو محکم کرنا تھا۔ لہٰذا ۱۹۵۶ء میں ماؤ کی طرف سے اس اعلان کے بعد کہ "سینکڑوں گل کھلتے ہیں تو کھلنے دو" اور سینکڑوں مکاتبِ فکر کو ایک دوسرے کی رقابت کے لئے اٹھ کھڑے ہونے دو، اور اس کے ساتھ آگے کی طرف پیش قدمی جیسی حرکت کے بعد، سوشلسٹ کے ساتھ تربیتی جنگ انقلاب فرہنگی اور ریڈیکل عناصر کا، اصالت عمل والوں کے ساتھ مبارزہ، مارکس کی ایڈیالوجی میں گہرے تحولات کا باعث بنا۔ "سو گل کھلتے ہیں تو کھلنے دو" والی پالیسی کے نتیجے میں، علوم، ہنر، ادب اور اجتماع کے ایوانوں میں آزادی کی گھنٹی بجنے لگی۔ جس کا ماحصل یونیورسٹیوں میں ماؤازم کے خلاف افکار کے فروغ کی صورت میں نمایاں ہوا۔

## ۴۔ شیطانِ بزرگ

پہلی بار یہ اصطلاح (یعنی شیطانِ بزرگ) حکومت امریکہ کی شیطانی اور استکباری خصلتوں کو آشکار کرنے کے لئے حضرت امام خمینیؒ نے اختراع کی۔ تہران میں امریکی جاسوسی اڈے (سفارتخانے) پر قبضہ کے ایک روز بعد انھوں نے اپنی تقریر میں سرکارِ دو عالمؐ کی ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امریکہ کو شیطانِ بزرگ کہا۔ "بیمہ مرکزی ایران" کمپنی کے کارکنوں سے اپنے اس پورے خطاب میں، جو ۱۴ / ۸ / ۱۳۵۸ش کو ہوا تھا، حضرت امام خمینیؒ نے چار بار اس اصطلاح کو استعمال کیا تھا۔

# ۵ جہان بینی مادّی اور جہان بینیٔ الٰہی!

جہاں بینی (فلسفۂ ہستی) کا مطلب سارے نظام ہستی کے بارے میں انسان کا مطالعہ، اور اس کے بارے میں ایک طرح کی تفسیر و تحلیل ہے جو وہ موجوداتِ عالم اور ان کے مابین روابط اور ان کے مبدا و انتہا کے بارے میں کرتا ہے۔ کلی طور پر جہان بینی دو حال سے خالی نہیں۔

(۱)—— جہان بینیٔ مادّی (یعنی مادّی فلسفۂ ہستی)

(۲)—— جہان بینیٔ الہٰی (یعنی الہٰی فلسفۂ ہستی)

ا—— مادّی فلسفۂ ہستی کے مطابق، جہان ہستی، مادہ، اس کے خواص، آثار و کیفیات اور آپس میں ان کے ارتباط کے سوا کچھ نہیں۔ دنیا میں تمام چیزیں اسی قانون کے تحت وجود میں آتی ہیں اور اسی بنیاد پر ان کی تفسیر و تشریح ہونا چاہئیے، مجرد اور ماورائے طبیعت امور، وہم و خیال کے ساختہ و پرداختہ ہیں۔ اور مادّہ اور اس کے آثار کے علاوہ کسی چیز کا کوئی وجود نہیں۔ اس بینش اور نظریئے کا نتیجہ یہ ہے کہ جہان ہستی کا مبدأ و انتہا کچھ نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی مقصد اور غرض ہے۔ دُنیا کی موجودہ صورت، مادّہ کے اچانک فعل و انفعال کا نتیجہ ہے اور ایک دن ایک اور فعل و انفعال کے نتیجے میں یہ صورت ختم ہو جائے گی اور ایک دوسری صورت وجود میں آئے گی، اور انسان بھی اس حکم کلی سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ بے مقصد دُنیا میں آتا ہے اور بے غرض مر جاتا ہے، مادّے اور محدود زندگی سے ہٹ کر اس کے لئے بلندی اور کمال کی جستجو ایک خیال سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔

۲ــــــ الٰہی فلسفۂ ہستی کے مطابق، نظام ہستی اور وجود، مادّے اور محسوس کے ساتھ مساوی نہیں ہے۔ بلکہ دنیا اور ہستی ایک ایسی حقیقت ہے جس میں مادہ اور غیر مادہ دونوں شامل ہیں۔ اس کے مطابق عالم طبیعت کے بالاتر ایک ایسا عالم ہے جو مادّہ اور اس کی خصوصیات اور مادّی آثار سے مبرّا ہے اور عالم طبیعت میں ہونے والے تغیرات اور تبدیلیوں سے کوسوں دور ہے۔ تمام موجودات مادّی و غیر مادّی کی ہستی سے ماوراء ایک ایسا مبدأ ہے جس کا وجود مستقل اور غیر سے بے نیاز ہے اور تمام کمالات ہستی بطورِ مطلق اس میں موجود ہیں اور باقی تمام موجودات، اپنے خواہ وجود میں خواہ خواص، کمالات میں اور خواہ بقاء کے اعتبار سے اس کے محتاج، غیر مستقل اور اس مبدأ سے وابستہ ہیں۔ اور آخر کار جملہ ظواہر ہستی منجملہ انسان بھی، ایک مقصد کی جانب رواں دواں ہیں کہ جس کی جانب ہر ایک کی بازگشت ہے۔ اور وہاں سے ایک نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ لہٰذا دُنیا کی خلقت کا ایک مقصد ہے اور انسان کی خلقت کا بھی۔ دُنیا اندھی اور گونگی نہیں اور کسی تصادف کے نتیجے میں وجود میں نہیں آئی اور نہ ہی کسی تصادف کے زیرِ اثر متغیر ہو کر آخر کار ختم ہونے والی ہے۔ ایک ذاتِ مطلق کا علم، اس کی حکمت اور ارادہ جو عالم، قادر اور حکیم مطلق ہے، تمام نظام ہستی پر حکم فرما ہے۔

## ۶۔ موجود مادّی "مجرّد" سے منسوب ہے

انسان اپنے وجود سے باہر حس کے ذریعہ رابطہ قائم کرتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اس کے اندر پائی جانے والی جزئی معانی کی حس

چیزوں کو درک کر کے انسان کے ذہن میں منتقل کرتی ہے۔ پھر وہ ان کے درمیان مشترک جزئی امور کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان کے مشترک معانی کو ان کے مصادیق سے اخذ کرتا ہے اور اس کے لئے ایک کلی مفہوم کو وجود میں لاتا ہے۔ جیسے افرادِ انسان کا حس کرنا کہ مثلاً حسن، علی وغیرہ "جزئی" ہیں اور صرف ایک فردِ خارجی پر صادق آتے ہیں ان افراد کو دیکھ کر ان کو ذہن میں تصور کرتا ہے پھر ان کے درمیان موجود مفہومِ مشترک کو جو "انسان" ہے ان سے اخذ کرتا ہے اور اس کو ایک ایک فرد پر حمل کر کے کہتا ہے۔ حسن انسان ہے۔ علی انسان ہے وغیرہ دوسرے کلی مفاہیم کی بھی یہی صورت ہے۔ معلوم ہوا کہ ایسے مفہوم کو جو افراد خارجی پر صادق آتا ہو اور ان افراد کے درمیان مشترک مفہوم ہو اُسے کلی کہتے ہیں۔

ہاں خارج میں صرف جزئی مصادیق کا وجود ہوا کرتا ہے۔ اس لئے کہ خارج میں انسان ہمیشہ مادّہ اور اس کے لوازم کے ساتھ یعنی ایک خاص شکل اور مقدار وغیرہ ہوتے ہیں، اور یہ چیز طبیعی ہے کہ مادّہ اور اس کے لوازم کسی خاص شکل میں صرف ایک فرد پر صادق آتے ہیں۔ اس کا دوسرے فرد پر صادق آنے کے لئے دوسرے مادّے اور دیگر خصوصیات کے ہمراہ اس کے لوازم کا ہونا ضروری ہے معلوم ہوا کہ خارجی افراد ہمیشہ جزئی ہوا کرتے ہیں۔ لیکن انہی خارجی مصادیق کا مشترک مفہوم، ذہن میں مادّہ اور اس کے لوازم کے ساتھ موجود نہیں ہو سکتا۔ پس، "کلی" ایسے معنائے عقلی ہیں جو مصادیق خارجی سے نوع مجرد و منتزع ہو کر ذہن میں حاصل ہوتے ہیں۔

انسانی ذہن حس اور ذہنی تجربوں کے ذریعے امور جزئی کو درک کرنے کے بعد کہ در حقیقت وہ انسانی ذہن میں، اس سے باہر کی چیزوں کا عکاسی کرتا

ہے۔ کلّی اور قابلِ تعقّل معانی کو ان چیزوں سے استخراج کرتا ہے۔ مثلاً پے در پے امور کے وجود اور ان کے اتفاقیہ طور پر وجود میں نہ آنے کا حکم لگا کر اصل علّیت کے راز تک پہونچ جاتا ہے۔ پس قوانین کلّی در واقع ایسا حکم ہے جو امور جزئی کے درمیان منطقی رابطہ پیدا کرنے اور ان کے درمیان موجود ذاتی اور حقیقی روابط کشف کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

قوانینِ کلّی ہمیشہ عقلی ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ حسِ عقل کا کام صرف یہ ہے کہ وہ ذہن میں امورِ جزئی کی تصاویر بنائے۔ اور تجربے کا کام فقط اتنا ہے کہ امور کے یکے بعد دیگرے اور متواتر ہونے اور جس امر کو ہم مؤثر یا علّت کہتے ہیں اس سے اثر یا معلول کے وجود میں آنے کو ظاہر کرے۔ دوسرے لفظوں میں حس و تجربہ صرف یہ بتاتے ہیں کہ فلاں "امر" اس امر کے بعد حاصل ہوگا۔ لیکن یہ حکم لگانا کہ، فلاں امر اس امر کی علّت ہے۔ اور قانون کلّی کا استخراج حسّ کا کام نہیں ہے۔ بلکہ یہ امر عقلی ہے۔

# ۷۔ شناخت حسّی کا دار و مدار شناختِ عقلی پر ہے

شناخت اور ادراک کے بنیادی اور ابتدائی لوازم اور انسانی دائرے سے باہر کا علم کسب کرنے کے لئے لازمی شرط یہ ہے کہ حس اور اس کے لوازمات موجود ہوں۔ اس لئے کہ حس، قابل محسوس چیزوں کے وجود خارجی سے معلومات کی شکل میں خام مادّہ اکٹھا کر کے ذہن کے سُپرد کرتی ہے۔ مثلاً حس بینائی شکل و

مقدار کو چیزوں سے لے کر ذہن کے حوالے کرتی ہے۔ لیکن مواد خام کے درمیان عقلی اور منطقی رابطے پیدا کر کے ان سے نتیجہ اخذ کرنا حس پر منحصر نہیں۔ اس لیے کہ حس کا زیادہ سے زیادہ یہ کام ہے کہ گوناگوں اُمور کے ترتّب و تواتر کو کہ جیسے وہ دیکھتی یا سُنتی ہے یا محسوس کرتی ہے ذہن میں منعکس کرے۔ رہا یہ فیصلہ کرنا کہ ان پے درپے امور کے درمیان کوئی ذاتی اور واقعی ربط ہے یا نہیں یہ حس کے حدودِ قضاوت سے باہر ہے۔ حس کی شان اس طرح کے امور کے سلسلہ میں حکم صادر کرنا نہیں۔ مثلاً "حس" دوا کے استعمال کے بعد اس کے شفا بخش اثر کو محسوس کرتی ہے۔ دوا کے مُکرّر استعمال کے بعد اس کا یہ اثر، ایک تجربہ ذہن کے لئے فراہم کرتا ہے۔ اس کے بعد ذہن میں یہ فیصلہ پیدا ہوتا ہے کہ دوا علاج کی علّت اور سبب ہے۔ واضح ہے کہ اگر ذہن میں یہ مخفی قیاس کہ علاج کا دوا کے ذریعے ہونا ہمیشہ اتفاقیہ طور پر نہیں ہو سکتا، لہٰذا دوا علاج کی علّت اور اس کا سبب ہے۔ موجود نہ ہو تو فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ بناء برایں: حس سے حاصل شدہ مقدّمات کا نتیجہ اخذ کرنا امورِ عقلی اور احکامِ کلّی پر مبنی ہے۔ جو عقل کے ذریعے صادر ہوتے ہیں اور ان امور اور احکامِ عقلی کا تجربہ حس کے ذریعے حاصل ہو جانے کے بعد ایک دوسرا قاعدہ ہاتھ آتا ہے کہ جس کے نتیجے میں حکم صادر ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں، وہ قیاس جس کا تعلق برہان سے ہوتا ہے۔ فرضاً اس کا پہلا قاعدہ جس کو "صغریٰ" کہتے ہیں، اگر حس کے ذریعے خارج سے اخذ کیا جائے۔ تو اسکا دوسرے قاعدے "یعنی" کبرائے کلّی" کہ جو خود حکم عقلی ہے، کے ساتھ ضم ہونا، ضروری ہے تاکہ اس سے نتیجہ حاصل ہو سکے۔ اور اگر عقل سے تعلق رکھنے والے قوانینِ کلّی۔ منجملہ بدیہیات اولیہ (مثلاً دو نقیضوں جیسے شب و روز کا اجتماع محال ہے) اور ذہن میں مخفی قیاس موجود نہ ہوں۔ تو انسان کے معلوماتِ جزئی خام

مواد کا انبار قرار پاتے، جن کا ذہن میں کوئی رابطہ نہ ہوتا اور ان سے کوئی بھی نتیجہ حاصل نہ ہو سکتا۔

## ۸۔ سورۂ بقرہ کی آیت ۵۵

یہ عبارت سورۂ بقرہ کی پچپنویں آیت کا ایک حصّہ ہے۔ جس کا تعلق اس حصّے سے ہے جس میں بنی اسرائیل کی ایک جماعت حضرت موسیٰؑ سے تقاضا کرتی ہے کہ خدا کو انھیں دکھائیں اور وہ اپنی ظاہری آنکھ سے خدا کو دیکھیں تاکہ حضرت موسیٰؑ کی باتوں پر ایمان لائیں۔ اس سلسلے میں قرآن کریم بنی اسرائیل کو مخاطب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

"یاد کرو اس وقت کو جب تم نے کہا تھا "اے موسیٰؑ
ہم آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک خدا
کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں "۔

پس آگ کی ایک لپیٹ نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اور اس حالت کو آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

## ۹۔ سورۂ انعام کی آیت ۱۰۳

قرآنِ کریم کے سورۂ انعام کی آیت ۱۰۳ اس چیز کی دلیل ہے کہ خداوندِ عالم اور باقی تمام موجودات جہان میں فرق ہے، اس لئے کہ کچھ موجودات دیکھتے بھی جا سکتے ہیں۔ جیسے انسان، کچھ موجودات نہ دیکھتے ہیں اور نہ دیکھے جا سکتے

ہیں جیسے ہماری باطنی صفات، بعض موجودات دیکھے جاسکتے ہیں لیکن وہ خود نہیں دیکھ سکتے مثلاً جمادات۔ لیکن وہ موجود جسے دیکھا نہیں جاسکتا لیکن وہ ہر چیز اور ہر شخص کو دیکھتا ہے۔ خدا کی ذات ہے۔

## ۱۰۔ فارابی کے حالاتِ زندگی

ابو نصر محمد بن محمد فارابی ۲۶۰ھ قمری ۸۷۴ء "ماورائے النہر" کے شہر فاراب میں پیدا ہوئے۔ وہ دنیائے معرفت میں قدم رکھنے سے پہلے اپنے وطن میں عہدۂ قضاوت پر فائز تھے اور خوشحال زندگی گذار رہے تھے۔ فارابی نے فلسفہ کی دنیا میں قدم رکھنے اور عزلت و گوشہ نشینی اختیار کرنے کے بعد چالیس سال کی عمر میں عربی زبان اور منطق سیکھنے کے لئے بغداد کا رُخ کیا۔

اس کے بعد "حران" جاکر علم منطق اور دوسرے علوم جیسے نحو، بلاغت، حساب، جیومیٹری۔ موسیقی اور علوم نجوم کا کچھ اور حصّہ حاصل کیا۔

بغداد لوٹنے کے بعد چونکہ فارابی علمِ منطق میں اُستاد ہو گئے تھے۔ اپنے تمام اوقات کو فلسفے کی نذر کر دیا۔ انھوں نے ارسطو اور اس کی طرف منسوب تمام کتابوں پر عبور حاصل کیا۔ اپنی عمر کے تیس سال، تالیف و تعلیم اور حکمت و فلسفہ کے اساتیذ اور بزرگوں کی کتابوں کی شرحیں لکھنے میں گزارے۔ ایک طرف سیاسی کشمکش اور پھر دوسری طرف ان پر زندقہ (کفر و الحاد) کا الزام اس بات کا باعث بنے کہ انھوں نے صوفیوں کا لبادہ اوڑھ کر ان کا مسلک اختیار کر لیا اور بغداد سے دمشق روانہ ہو گئے۔

فارابی، فارسی، عربی اور ترکی، تینوں زبانوں میں واضح اور بلیغ انداز میں

چیزیں لکھتے تھے۔ اور کچھ اور زبانوں سے بھی اچھی طرح واقف تھے جیسا کہ ان کے آثار سے پتہ چلتا ہے کہ وہ شیعوں سے عقیدت مند تھے۔ فارابی کی اہمیت زیادہ تر ان شرحوں کی وجہ سے ہے جو انھوں نے "معلم اوّل" ارسطو کی کتابوں پر لکھی ہے۔ وادیٔ حکمت و فلسفہ کے علماء و مفکرین نے ان کو "معلم ثانی" کالقب دیا ہے۔ ۳۳۹ھ قمری ۹۵۰ء میں اسّی سال کی عمر میں فارابی نے وفات پائی۔

## فارابی کی مشہورِ زمانہ کتابیں

۱ ——— احصاء العلوم

۲ ——— آرائے اہلِ مدینہ فاضلہ

۳ ——— سیاساتِ مدینہ

۴ ——— مقالۃ فی اغراض مابعد الطبیعۃ

۵ ——— رسالۃ فی اثبات المفارقات

۶ ——— شرحِ رسالۂ زنون یونانی

۷ ——— تعلیقات

۸ ——— الجمع بین الرائے الحکمین

۹ ——— تحصیل السعادۃ

۱۰ ——— الموسیقی الکبیر

۱۱ ——— رسالۃ فی العقل

۱۲ ——— عیون المسائل

۱۲ ——— مایصح و مالا یصح من احکام النجوم

# ۱۱- ابو علی سینا کے حالاتِ زندگی

۳۷۰ھ قمری مطابق ۹۸۰ء میں بخارا کے دیہاتوں میں سے افشنہ نام کے ایک دیہات میں ابو علی سینا پیدا ہوئے۔ انھوں نے بخارا میں ہی علوم کسب کئے اور دس سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا۔ اور حساب ہندی، منطق، ہندسہ، نجوم و فقہ جیسے علوم کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ اسی سن و سال میں انھوں نے کتاب ایساغوجی (جو علم منطق میں فرفوریوس کی تالیف ہے) اور کتاب اقلیدس (جو علمِ ہندسہ میں، تیسری صدی قبل مسیح میں لکھی گئی اقلیدس کی تالیف ہے) پر عمدہ اور بر محل اشکال و اعتراضات کئے۔ سولہ سال کی عمر میں طبی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول ہو گئے۔ اور اس علم میں وہ مہارت حاصل کی کہ بیماروں کا علاج کرنے لگے۔ اس دورے کے بعد پھر سے انھوں نے فقہ، فلسفہ اور منطق کا رُخ کیا۔ فارابی کے آثار نے ابنِ سینا کی توجہ جذب کر لی اور ان کے اندر کتبِ فلسفہ کے مطالعے کا شوق اُجاگر کیا۔

وہ مومن اور عقیدت مند انسان تھے۔ جب بھی کوئی مسئلہ حل نہیں کرپاتے تو مسجد میں جا کر نماز پڑھتے تھے اور خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے تھے تاکہ مسئلہ کا حل ان پر منکشف ہو جائے۔ علمِ فلسفہ اور ڈاکٹری میں ان کی بے شمار پُر مایہ کتابیں حیران کُن ہیں۔ اور اگر ہم ان پر نظر ڈالیں تو دیکھتے ہیں جیسا کہ انھیں اٹھارہ سال کی عمر کے بعد مطالعہ اور رجوع کرنے کا وقت ہی نہیں تھا۔

وہ ہمیشہ سیاسی عہدوں پر فائز رہے ہیں جو تعجب بالائے تعجب ہے۔ وہ تالیف و تصنیف سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہیں ہوتے تھے۔ اور سفر، زندان اور مجالس میں مطالب کو تیزی کے ساتھ لکھتے تھے۔ اور ان میں سے بہت

کم مطالب کو دوبارہ دیکھتے تھے۔

۴۲۶ ہجری قمری ۱۰۳۷ء میں ہمدان میں انھوں نے دارفانی سے کوچ کیا ان کی مشہور کتابیں یہ ہیں۔

۱ ـــــ کتاب شفا (فلسفہ میں)

۲ ـــــ کتاب الاشارات والتنبیہات، (منطق وحکمت میں)

۳ ـــــ کتاب النجاۃ (حکمت نظری میں)

۴ ـــــ کتاب دانشنامہ علائی (منطق الہیات وطبیعات میں)

۵ ـــــ کتاب قانون (طب میں)

اوران کے علاوہ دسیوں کتابیں اور رسالے ان کی تصنیفات ہیں ابن سینا عالمی شہرت رکھتے ہیں اوران کی کتابیں دنیا کی بڑی بڑی اکیڈمیوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔

# ۱۲۔ حکمت مشائین

حکمت مشائ وہ فلسفہ ہے جس کی بنیاد ارسطو نے رکھی اوراس کے تابعین اور اس کے افکار پر شرح لکھنے والوں نے اس فلسفہ کو وسعت دی۔ فارابی اور بو علی سینا جیسے اکثر اسلامی فلاسفہ اسی روش کے تابع رہے ہیں۔ اس کا نام "حکمت مشاء" اس لئے رکھا گیا کہ ارسطو اپنے شاگردوں کو چلتے چلتے فلسفے کی تعلیم دیتے تھے اور عربی زبان میں چلنے کو "مشی" کہتے ہیں۔

اس مکتب کا نظریہ ہے کہ انسان صرف تفکر واستدلال ہی کے ذریعے حقیقت تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔ اوراگر اپنی عقل وادراکی قوتوں کو صحیح طور سے کام میں لائے۔ تو حقیقتِ موجودات کو جس طرح کہ وہ عالمِ خارج میں

ہیں پا سکتا ہے، فلسفۂ مشاء میں عالم وجود کے جملہ واقعیات یعنی خدا اور انسان کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔

## ۱۳- معانی کلی نیز قوانینِ کلی کا ادراک کہ جن پر ہر طرح کے استدلال کا دارومدار ہے، معقول میں سے ہے نہ کہ محسوس میں سے!

اس موضوع کے متعلق بحث ۶ کے فٹ نوٹ میں درج ہے۔

## ۱۴- سہروردی کے حالاتِ زندگی

شیخ شہاب الدین سہروردی، ۵۵۹ھ قمری میں زنجان کے قریب واقع ایک دیہات سہرورد میں پیدا ہوئے۔ لکھنا پڑھنا سیکھنے کے بعد انھوں نے مراغہ کا رُخ کیا اور وہاں ابتدائی علوم سیکھے۔ پھر اصفہان جاکر اس دور کے تمام رائج علوم سیکھ لئے۔ اور اس طرح سیکھے کہ سولہ سال کی عمر میں اُستاد سے بے نیاز ہو گئے۔

شہاب الدین نے اپنے مطالعات و تحقیقات سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ دنیا کے تمام موجودات نور سے وجود میں آتے ہیں اور انوار ایک دوسرے پر جلوہ فگن ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس جلوہ فگنی کا نام انھوں نے "اشراق" رکھا اور خود "شیخ اشراق" کے لقب سے ملقب ہو گئے۔ تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد سہروردی نے عقائد عرفانی کی تدوین اور اپنے بڑے شاہکار یعنی کتاب حکمت الاشراق کی تالیف شروع کردی اور سیر و سیاحت کی غرض سے اصفہان سے نکل پڑے۔ اپنی سیاحت کے آخری مرحلے میں وہ روم اور وہاں سے شام گئے۔ جہاں کا بادشاہ صلاح الدین ایوبی تھا۔ اور حلب کی حکومت اس نے اپنے بیٹے ملک ظاہر کے سپرد کر رکھی تھی۔ شیخ اشراق کو ملک ظاہر کی نگاہِ کرم اور حمایت مل گئی جس

کی وجہ سے علمائے شام اس کی منزلت پر رشک اور ان کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ چنانچہ ان پر مُرتد ہوجانے کا الزام عائد کرنے کے بعد انھوں نے صلاح الدین سے انکے قتل کردیئے جانے کا حکم صادر کرنے کو کہا۔ صلاح الدین جو اپنے علماء کا بے تحاشہ مدیون تھا، اس نے شیخ اشراق کو گرفتار کرلیا، اور پھر اسی کے حکم سے جیل میں ان کو مار ڈالا گیا۔

حکمت الاشراق کے علاوہ التلویحات، المشارع والمطارحات اور المقاومات، شیخ اشراق کے آثار ہیں۔

## ۱۵۔ حکمت اشراق

حکمت اشراق، اسلامی فلسفی نظاموں میں سے ایک نہایت قیمتی نظام ہے۔ جس کی تاریخی بنیادیں ایک طرف قرآنِ مجید کے اعلیٰ تعلیمات پر استوار ہیں تو دوسری جانب افلاطونی اور نوافلاطونی فلسفی مکاتب سے بہرہ مند ہیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردی، نامور ایرانی عارف و متفکر اور فلسفی اور اس مکتب کے مظہر اور بانی گنے جاتے ہیں۔ اس فکری نظام میں 'ہستی' نور ہی نور ہے۔ نور کے علاوہ کسی موجود کی کوئی حقیقت نہیں۔ شیخ شہید سہروردی کے تعلیمات کے مطابق نور کہ جو "ہستی" کی بنیاد ہے مختلف مراتب رکھتی ہے۔ کچھ نور ضعیف اور کچھ قوی ہیں۔ جیسا کہ کچھ نور صاف اور کچھ غلیظ ہیں۔ "جہاں" آپس میں تجلیٔ انوار (اشراق) کے علاوہ کسی اور چیز کا نام نہیں۔ شہاب الدین انسان کو بھی جو موجودات ہستی میں سے ایک ہے نور قرار دیتے ہیں۔ اور اس نور کی وجہ سے جو انسان سے دوسروں پر جلوہ فگن ہوتا ہے، انسان "فیاض" ہے اور دوسروں کو فائدہ پہونچا سکتا ہے

اور دوسروں کے نور سے متجلی ہوسکتا ہے۔

فلسفۂ "اشراق" کے مطابق، کوئی جسم دکھائی نہیں دیتا۔ مگر یہ کہ وہ نورانی ہو۔ نور کی زیادتی سے آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں اور نور اگر اور زیادہ ہو تو آنکھوں کو اندھا کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے "نورالانوار" کو جو ذاتِ خداوند ہے۔ انسان اُسے برداشت کرنے پر قادر نہیں اور وہ انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ تمام چیزیں "نورالانور" سے روشنی کسب کرتی ہیں اور جو نور ان پر طلوع ہوتا ہے یا متجلی ہوتا ہے، وہ اسی سے ہے۔

اس تفکر فلسفی میں رابطۂ انوار کو دو اصولوں پر استوار قرار دیا جاتا ہے۔ ایک "اصل قہر" اور دوسری "اصل عشق"۔ اصل قہر کے مطابق، ہر بڑے درجے کا نور، چھوٹے درجے کے نور پر قہر و غلبہ اور قدرت غالب و قاہر رکھتا ہے۔ جبکہ اصل عشق کے مطابق ہر چھوٹے درجے کا نور اپنے سے بڑے درجے کے نور اور آخر کار نورالانوار سے عشق و شوق رکھتا ہے۔

## ۱۶۔ ذات انسان کا اپنی حقیقت کے بارے میں ادراک شہودی

امور و اشیاء کے سلسلے میں انسان کا علم و ادراک دو حال سے خالی نہیں۔

۱۔ پہلی حالت یہ ہے کہ انسان کو کسی ایسے واسطے کے ذریعے علم حاصل ہو جو واسطہ اس (محسوس یا غیر محسوس) چیز کی انسان کے ذہن میں آنے والی صورت ہو اور انسان اس صورت کو یا استدلالات عقلیہ یا حسّ و تجربے کے ذریعے حاصل کرے، اصطلاح میں اس طرح کے علم کو علم حصولی یا اکتسابی کہتے ہیں۔

۲۔ دوسری حالت یہ ہے کہ عالم و معلوم کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان باطنی دریافت کے ذریعے علم رکھتا ہو اور مُدرک و معلوم

کے ساتھ سیدھا اتصال رکھتا ہو۔ دوسرے لفظوں میں معلوم، عالم کے پاس حاضر ہو۔ اور کسی واسطے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح کے علم کو علم حضوری و شہودی کہتے ہیں

واضح ہے کہ انسان کیلئے اپنے وجود اور اپنے حالات کا علم دوسری حالت کے قبیل سے ہے اور انسان اپنی ذات اپنے حالات اور اپنے صفات کو بطورِ شہود و ذوق درک کرتا ہے اور کسی حسّی یا غیر حسّی واسطے کی ضرورت نہیں رکھتا، بلکہ حسّ و محسوسات کا علم و ادراک بھی درک و دریافت سے وابستہ اور اس پر مبنی ہے۔ یعنی یہ جملہ کہ "میں دیکھتا ہوں" میں دیکھنے اور اس کے آلات کا ادراک، حسّ اور اس کے لوازم کو قبول کرنے پر مبنی ہے۔ اور خود یہ چیز "میں" کی شناخت پر منحصر ہے۔ پس ابتداء میں انسان کو اپنا علم ہونا چاہیئے، اس کے بعد اپنے وجود میں موجود ابزار و آلات کا، اس کے بعد ان آلات کو استعمال کرنے کے نتیجے میں ان سے حاصل ہونے والے نتائج کا علم، پس تمام قضایا اس چیز پر منتہی ہوتے ہیں کہ انسان اپنے بارے میں درک شہودی اور شناخت حضوری رکھتا ہو۔

# ۱۷۔ حکمت متعالیہ

صدر المتالھین شیرازی فلسفہ میں صاحب مکتب ہیں جس کو حکمت متعالیہ کہا جاتا ہے۔ یہ حکمت محض استدلالی فلسفے اور خالص عرفانی شہودی و ذوقی کے درمیان مصالحت کے لئے کی گئی صدر المتالھین کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اس نے ایک طرف فلسفۂ "مشاء" جس کا دار و مدار صرف استدلال عقلی پر ہے اور شہود و ذوق کے لئے اس میں کسی گنجائش کے قائل نہیں۔ اور فلسفۂ اشراق کے درمیان مصالحت کرائی ہے۔ جس کا ایک طرف تو اشراق و شہودِ حقائق پر دار و مدار ہے۔

تو دوسری طرف معرفت کے ان دونوں نظریوں کو، مشربِ اہلِ عرفان و سلوک کا کہ جس کا انحصار سلوک عرفانی اور منازل معرفت کی " سیر" پر ہے۔ ہمنوا بنایا ہے۔ اور اپنے فلسفی آراء کے بیان کرنے میں، ذوق عرفانی، شہود اشراقی اور استدلال عقل تینوں سے استفادہ کیا ہے۔ اور پھر اپنی اکثر آرا کو قرآنی تعبیروں اور تفسیروں سے مستند بنایا ہے۔ البتہ ملاّ صدرا، شہود و اشراق کو بنیادِ استدلال قرار نہیں دیتے۔ اس لئے کہ فلسفے کی شان ہی عقل براہین و استدلالات پر انحصار کرنا ہے۔ نہ کہ شہودی پر۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ، وہ عقل کو مختلف قیاسات کی ترتیب اور براہین و استدلالات کی تنظیم کے مرحلے میں، جلوۂ انوارِ حق، اور سرچشمہ حقائق سے تجلی و شہود سے اور نزول حقائق کے منبے کے ساتھ متصل ہونے سے بے نیاز نہیں جانتے، اور بارہا یہ یاد دلاتے ہیں کہ فلاں مسئلہ کی پیچیدگیاں اور دشواریاں جلوۂ حق سے برطرف ہوتی ہیں اور اشراق حق سے مشکل آسان ہوئی ہے۔ ملاصدرا نے اپنے فلسفے کی بنیاد ایسے اصولوں پر رکھی ہے کہ ان میں سے کچھ اصول اگرچہ خود اس کے کشف کردہ نہیں ہیں اور کتب فلسفی میں بطور پراگندہ ان کی طرف اشارے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کو یکجا کرنا اور اصول کی حیثیت سے ان کی اہمیت اور کارکردگی کو ظاہر کرنا، جو فلسفے کے بہت سے لاینحل مسائل کا حل ہیں۔ یہ اس کا اپنا شاہکار ہے۔ اس کے اہم ترین اصول فلسفہ میں سے اصالت وجود اور حرکت جوہری ہیں۔

اصالت وجود کی بحث میں ثابت کرتے ہیں کہ موجودات میں جو چیز اصل ہے یعنی منشاء اثر اور کمال اور فاعل کا جعل و صدور ہے وہ چیزوں کا وجود ہے نہ کہ ان کی ماہیت، اور ماہیت امر اعتباری کے علاوہ جو حدود وجود سے مستخرج ہوتی ہے کچھ شأنیت نہیں رکھتی۔

حرکت جوہری کی بحث میں ثابت کرتے ہیں کہ، تحولات عرضی، یعنی مقدار

وکیف کے اندر تبدیلیوں کا راز اور بنیادی چیزوں کے جوہر اور ان کی ذات کی تبدیلی میں ہے۔ اور جہان مادی، ایسا جہان ہے جو سراسر متبدل متحرک اور بے قرار ہے جو ایک مقصد کی جانب رواں دواں ہے اور کوئی مظہر بھی اپنی ذات کے اعتبار سے ثابت و باقرار نہیں۔ اس لئے کہ عرض کا وجود، ایک ایسا وجود ہے جو کسی سے وابستہ، غیر مستقل اور کسی کے تابع ہے۔ جس کا دار و مدار وجود موضوع اور جوہر پر ہے۔ لہٰذا اس میں ہونے والے تحولات بھی لازمی طور پہ جوہر کے تحولات کے تابع ہوں گے۔ دوسرے لفظوں میں "تحولات عرض" ایسے پے در پے اور ایک دوسرے سے متصل وجودوں کے علاوہ اور کچھ نہیں جو جوہر کو عطا ہوتے ہیں اور وجودات کا یہ تواتر جوہر کو ایک ایسی ذات بے قرار کی صورت میں ظاہر کرتا ہے جو ہر آن میں مبداء فیاض سے وجود وا اثر کسب کرتی ہے۔

## ۱۸- صدر المتالہین کے حالات زندگی

صدر المتالہین شیرازی جن کا لقب مُلّا صدرا اور صدر المتالہین تھا، ۹۷۹ھ قمری مطابق ۱۵۷۱ئہ میں شیراز میں پیدا ہوئے۔ سطحیات فقہ واصول سے فارغ ہونے کے بعد تعلیم جاری رکھنے کے لئے اصفہان گئے اور وہاں علوم عقل حاصل کرنے کے بعد، فلاسفہ، حکماء اور اہل کلام کے آثار کے مطالعے اور ان میں غور و فکر میں جُٹ گئے۔ اپنے دور میں پائے جانے والے فکری جمود، توڑنے اور فلسفۂ قدیم میں نئے اور اختراعی مفاہیم کا اضافہ کرنے کے جرم میں مُلّا صدرا کو تکلیفیں پہونچائی گئیں، لہٰذا انھوں نے اپنا وطن چھوڑ دیا اور قم کے نواح میں ایک دیہات بنام "کہک" میں گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ انھوں نے سات بار خانۂ خدا کی زیارت کی اور اپنے آخری سفر حج میں بصرہ شہر میں ۷۱ سال

کی عمر میں رحلت فرمائی اور وہیں دفن ہو گئے۔

صدر المتالهین نوابغ روزگار اور نامور حکمائے اسلامی میں سے تھے اور فلسفے کے تمام شعبوں میں دخالت رکھتے تھے۔ مباحث عقلیہ میں انتہائی دقتِ نظر، مباحثِ فلسفی اور اہلِ دانش کے اقوال کا مکمل احاطہ اور چھان بین تیز فہمی، ذوقِ سرشار، فکری توانائی، مشکل و پیچیدہ مسائل حل کرنے کی بے نظیر استعداد و توانائی، انتخاب مطالب میں اچھا سلیقہ، صفا و روشنی ضمیر، ظاہری تجملات سے چشم پوشی، شرعی مجاہدت اور ریاضت میں مشغولیت اور انبیاء و اولیاء علیہم السّلام کے طریقہ حقّہ کی پیروی جیسے جملہ صفات اس مردِ بزرگ کے اندر جمع تھے۔

مُلّا صدرا نے تقریباً چالیس[۴] بہترین کتابیں بطور یادگار چھوڑی ہیں۔ جن میں سے ان کے بڑے عظیم شاہکار "اسفار اربعہ" (عقل کے چار سفر) قابلِ ذکر ہے۔ ان کے دوسرے مشہور آثار یہ ہیں:۔ حکمت الاشراق پر تعلیقہ، الھیات شفا پر تعلیقہ، حکمت عرشیہ، شواہد الربوبیّہ شرحِ اصول کافی اور مبدأ و معاد۔

مُلّا صدرا "حکمت متعالیہ" کے بانی ہیں۔ اور "حرکتِ جوہری" کے عنوان سے مشہور فرضیہ ان کے ابتکارات و ایجادات میں سے ہے۔ وہ پہلا شخص ہے جو "معادِ جسمانی" کو دلیل سے ثابت کرتا ہے۔

## ۱۹- محی الدین ابنِ عربی کے حالاتِ زندگی

ابنِ عربی، مشہور ترین اور بزرگ ترین صوفیٔ اسلام تھے۔ ان کا نام محمد اور لقب محی الدین ہے۔ اندلس (اسپین) کے شہر "مُورسیہ" میں ۵۶۰ھ

مطابق ۱۱۶۵ئہ میں پیدا ہوئے۔ پڑھنا لکھنا اور قرآن پڑھنا سیکھ لینے کے بعد آٹھ سال کی عمر میں اپنے باپ کی خواہش پر "اشبیلیہ" کا رُخ کیا تاکہ علم کلام، فقہ اور علم حدیث سیکھ سکیں۔ اس شہر میں فاطمہ نام کی ایک مُسن عورت سے ان کی جان پہچان ہو گئی۔ محی الدین نے اس فاضلہ و مرشدہ عورت سے کہ جس کا شجرۂ نسب امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے ملتا تھا۔ یہ سبق سیکھا کہ ذاتِ الہٰی سے عشق کے بغیر تحصیل علم کا کوئی فائدہ نہیں، اور عشقِ الہٰی تک پہونچنے کا راستہ مسلکِ تصوف و عرفان اختیار کرنا ہے۔

ابنِ عربی نے بیس سال کی عمر میں، اسپانیا کے ایک مسلمان دانشمند ابنِ رُشد کے ساتھ تاریخی ملاقات کی جس کا دونوں پر گہرا اثر پڑا۔ اس ملاقات کے بعد وہ اسپین اور اس کے بعد افریقہ میں سیر و سیاحت میں لگ گئے اور مختلف دانشمندوں اور متفکروں سے گفتگو اور بحثیں کیں۔ افریقہ سے انھوں نے مشرقِ اسلام کا راستہ اختیار کیا اور ۵۹۸ھ بمطابق ۱۲۰۱ئہ میں مکّہ پہونچ گئے اور خانۂ خدا کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اور یہیں پر انھوں نے اپنی کتاب "فتوحاتِ مکیہ" کی تالیف کا کام شروع کیا جس میں تیس سال لگ گئے۔

محی الدین کا خاص عرفان، اور عارفانہ نظریوں کے اظہار میں انکی جسارت و بے باکی، ایک طرف اور ان علماء کا تعصب و جمود، جو عاشقانہ بلند و بالا مفاہیم سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ دوسری جانب، اس چیز کا باعث بنے کہ ان پر کفر و ارتداد کی تہمت لگادی گئی اور ان کی حیثیت خطرے میں پڑ گئی۔ ابن عربی ایسے علماء سے ملاقات ہو جانے پر مجادلہ نہیں کیا کرتے تھے۔ اور ایک بار جب ان کو شدید خطرہ لاحق ہوا تو انھوں نے مکّہ میں پناہ لے لی۔ یہ زمانہ گذر جانے کے بعد ہی انھوں نے روم کا رُخ کیا، اور وہاں سے (حکمت اشراق

کے بانی) شیخ شہاب الدین سہروردی کے ساتھ ملاقات کی خاطر بغداد روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد حلب اور آخر کار دمشق پہونچے۔ اسی شہر میں تھے کہ ۶۲۱ھ مطابق ۱۲۲۴ء میں دارِ فانی سے رخت سفر باندھ لیا۔ اس عارف بزرگ کی تقریباً دو سو کتابیں ہیں جن میں مشہور ترین فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم ہیں۔

## ۲۰۔ شہر قم

تیسری صدی ہجری سے قم کا شمار علومِ اسلامی کے مراکز میں سے ہونے لگا ہے۔ اور گذشتہ بارہ صدیوں سے، علومِ اسلامی کے طالبوں اور فقہ، حدیث، تفسیر، عرفان اور اخلاق کے ماہرین کی تربیت گاہ بنا ہوا ہے۔ علمی مرکزیت کے لحاظ سے اس کی تاریخی حیثیت اور شیعوں کے ساتویں امام، حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی پارۂ جگر حضرت فاطمہ معصومہ علیہا السّلام کی قبر مقدس کا وجود اس بات کا باعث بنے کہ چودھویں صدی ہجری کے اواسط ۱۳۴۰ھ قمری میں حضرت آیۃ اللہ حائری یزدی کے شہر قم میں قدم رکھنے کے بعد، کہ جو شیعوں کے بڑے مراجع اور فقہا میں سے تھے۔ علمی سرگرمیوں کو نئی رونق اور وسعت ملی اور اس کے فوراً بعد دوسرے شہروں سے اکابر و دانشمندانِ اسلامی اس شہر میں جمع ہوئے اور طالبانِ علم و معرفت کی تربیت میں مشغول ہو گئے۔

اس وقت حوزہ علمیہ قم، اہم ترین اسلامی علمی مرکز ہے۔ جس میں اسلامی اور غیر اسلامی ممالک سے آئے ہوئے دسیوں ہزار تشنگانِ علم اپنی علمی پیاس بجھانے میں مشغول ہیں۔ علم کے یہ متلاشی، مقدماتی اور ابتدائی دروس کی تکمیل کے بعد، اپنے ذوق اور اپنی پسند کے مطابق، مختلف اسلامی علوم، مثلاً

فقہ اصول، تفسیر، حکمت (فلسفہ)، عرفان، حدیث، اور تاریخ وغیرہ کے میدانوں میں تحصیل و تحقیق میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

گذشتہ دور میں اور اسی طرح حوزے میں نئی روح پڑنے کی ابتدا سے، حکمت و عرفانِ اسلامی (عملی و نظری) درس و تدریس کا ایک موضوع رہا ہے۔ اس شعبہ میں ابتداء میں مرحوم آیۃ اللہ محمد علی شاہ آبادی (جو عرفان میں امام خمینیؒ کے اُستاد تھے) اور بعد کی نسل میں حضرت امام خمینیؒ اور علامہ طباطبائیؒ کا بڑا حصہ رہا ہے۔ اور ان بزرگوں کے تربیت شدہ حضرات آج بھی، طالبان علم و معرفت کی تدریس و تربیت میں مشغول ہیں۔

# ۲۱۔ منازل معرفت

حقائق امور تک رسائی اور مسائل کی ایسی پہچان کہ جیسے وہ حقیقت میں ہیں نہ اس طریقہ سے کہ جیسے وہ ظاہر میں دکھائی دیتے ہیں۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ آدمی کے ظرف غور و تفکر میں ان کی اصلی اور حقیقی صورت دگرگوں ہوگئی ہو۔ عرفا کے نزدیک سیر و سلوک کے مراحل طے کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اور ہر مرحلے میں منبع حقیقت تک پہونچنے کے راستے کی کچھ رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں۔ اور بعد کے مراحل طے کرنے کی استعداد انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔

ان مراحل معرفت کے ہر ایک مرحلے کو منزل سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور عرفا کے نزدیک ہر مرحلے کے طے کرنے میں کچھ ایسی دشواریاں سامنے آتی ہیں جن کو دور کرنا اور برداشت کرنا، ایسے مرشد و مربی کے بغیر جس نے پہلے سے ان مراحل کو طے کر رکھا ہو ممکن نہیں۔ ان مراحل کو طے کرنے پر وصال کی منزل آتی ہے اور سالک اپنے مقصد کہ جو "فنا فی اللہ" یعنی وجودِ حق میں فنا اور فیض معرفت کے سرچشمے سے

متصل ہو جاتا ہے۔ تک پہونچ جاتا ہے۔ جہاں سے وہ حقائق کو اپنے سرچشمے سے دیکھتا ہے۔ عرفاء کی کتابوں میں ان منازل کی تعداد مختلف بتائی گئی ہے۔ اور بعض نے اپنی کتابوں میں انھیں عشق کے سات شہر، سے تعبیر کیا ہے۔

## ۲۲۔ مسئلہ افغانستان

۱۹۷۹ء میں ببرک کارمل مارکسِسٹ کے افغانستان کی حکومت کا تختہ اُلٹنے کے ساتھ ہی، روسی فوجیں۔ ببرک کارمل کی درخواست کے بہانے سے افغانستان میں داخل ہوئیں اور فوجی اعتبار سے ملک کا کنٹرول سنبھال لیا۔ ۱۹۸۰ء میں جب روس کے تقریباً نوے ہزار فوجی افغانستان میں داخل ہوگئے تو ملک میں داخلی جنگ شروع ہوگئی جس میں ایک طرف حکومت افغانستان اور روس کی فوجیں تھیں تو دوسری طرف مسلمان مجاہدین اور عوام تھے۔ ان جنگوں کی وجہ سے بہت سے دیہاتوں، قصبوں اور شہروں کو شدید نقصان پہونچا اور طرفین میں سے بے شمار جانیں ضائع ہوگئیں۔ جہاد کے جاری رہنے اور افغانستان کے مسلمانوں کے ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی وجہ سے، روس کی حمایت سے چلنے والی مارکسٹوں کی حکومت پے در پے کودتا اور اپنے پروگراموں میں شکست سے دوچار ہوئی۔ مذکورہ حوادث، اور اس جنگ میں روس کے انسان اور اقتصادی نقصانات، باعث بنے کہ روسی حکومت کی سیاست دنیا بھر کے عوام کے نزدیک بے اعتبار ہوگئی۔ اور روسی اندرونی طور پر سیاسی اور اقتصادی مشکلات کا شکار ہوگئے۔

## ۲۳- دین معاشرہ کے لئے نشہ آور ہے!!!

یہ بے بنیاد اور نامعقول جملہ کہ" دین افیون جامعہ است" لینن کے معروف نظریات میں سے ہے جو روس کے سابقہ رہنماؤں میں سے ایک تھا، کمیونسٹ جوانوں کی یونین کی تیسری کانفرنس میں اس نے کہا تھا مارکسزم، مادہ پرستی۔ یعنی میٹریالزم ہے۔ اور دین کا سر سخت دشمن ہے۔ دین عوام کے لیے افیم اور تریاک کے علاوہ کچھ نہیں۔ اور مارکسزم نے ہمیشہ سے تمام نئے ادیان کلیساؤں، اور تمام دینی تشکیلات کو رجعت پسند سرمایہ داروں کے ایسے وسائل قرار دیا ہے جن کے ذریعے وہ زحمت کش طبقے کو مسموم کرتے ہیں، اور عوام کا خون چوستے ہیں۔

## ۲۴- سورۃ طٰہٰ کی آیت ۴۷

یہ عبارت سورۂ طٰہٰ کی سینتالیسویں آیت کا ایک حصہ ہے۔ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون کے دربار فرعون میں جا کر اسے پیغام الٰہی پہنچانے کی طرف اشارہ ہے۔ مذکورہ آیت میں خداوند متعال حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

"اب تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم تیرے پروردگار کے فرستادہ ہیں تاکہ آج کے بعد تو بنی اسرائیل پر ظلم و ستم کرنا چھوڑ دے۔ اور انھیں ہمارے اوپر چھوڑ دے۔ اور انھیں اس سے زیادہ عذاب میں مبتلا نہ کر۔ بے شک ہم تیرے پروردگار کی طرف سے علامت اور معجزہ لے کر آئے ہیں۔ حق کا سلام ہو اس شخص پر جو راہ ہدایت پر چلے۔"

# فہرستِ توضیحات


| | | ص |
|---|---|---|
| ۱ | میخائیل گورباچوف کے حالاتِ زندگی | ۳۷ |
| ۲ | گورباچوف کے اسلاف کی خدا و دین سے کٹ کر رہنے کی سیاست | ۳۹ |
| ۳ | رہبرِ چین کی کمیونزم پر پہلی کاری ضرب | ۴۲ |
| ۴ | شیطانِ بزرگ | ۴۳ |
| ۵ | جہان بینیٔ مادی اور جہاں بینیٔ الٰہی | ۴۴ |
| ۶ | موجود مادی "مجرد" سے منسوب ہے۔ | ۴۵ |
| ۷ | شناختِ حسی کا دار و مدار شناختِ عقلی پر ہے | ۴۷ |
| ۸ | سورۂ بقرہ کی آیت ۵۵ | ۴۹ |
| ۹ | سورۂ انعام کی آیت ۱۰۳ | ۴۹ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۰ | فارابی کے حالاتِ زندگی | ۵۰ |
| ۱۱ | ابو علی سینا کے حالاتِ زندگی | ۵۲ |
| ۱۲ | حکمتِ مشائیین | ۵۳ |
| ۱۳ | معانی کلی | ۵۴ |
| ۱۴ | سہروردی کے حالاتِ زندگی | ۵۴ |
| ۱۵ | حکمتِ اشراق | ۵۵ |
| ۱۶ | ذات انسان کا اپنی حقیقت کے بارے میں ادراکِ شہودی | ۵۶ |
| ۱۷ | حکمتِ متعالیہ | ۵۷ |
| ۱۸ | صدر المتالھین کے حالاتِ زندگی | ۵۹ |
| ۱۹ | محی الدین عربی کے حالاتِ زندگی | ۶۰ |
| ۲۰ | شہرِ قم | ۶۲ |
| ۲۱ | منازلِ معرفت | ۶۲ |
| ۲۲ | مسئلہ افغانستان | ۶۴ |
| ۲۳ | دینی معاشرہ کے لئے نشہ آور ہے!!! | ۶۵ |
| ۲۴ | سورۂ طہٰ کی آیت ۴۷ | ۶۵ |